بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورِ انبیا

تصنیف

جناب مولوی الف دین صاحب

(وکیل ہائی کورٹ پنجاب مقیم کیمبل پور)

جسے

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

نے

بماہ شعبان ۱۳۳۹ھ مطابق مئی ۱۹۲۱ء

اپنے درویش پریس دہلی میں چھاپ کر شائع کیا

(قیمت ۱۰/ علاوہ محصول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرور انبیا

تصنیف

جناب مولوی الف دین صاحب

(وکیل ہائی کورٹ پنجاب مقیم کیمبل پور)

جسے

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

نے

جمادی الاول ۱۳۳۹ھ مطابق نومبر ۱۹۲۰ء

پہلی مرتبہ

اپنے درویش پریس دہلی میں چھاپ کر شائع کیا

قیمت ۱۰؍ علاوہ محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرورِ انبیا

محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ، بانیٔ امت وسطیٰ

وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا

گئے ایام طفلی نوع انساں کا شباب آیا
جہاں کی بزم میں جب لیکے توام الکتاب آیا

آج ہمیں رسول اکرم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی مبارک زندگی پر اس حیثیت سے نظر ڈالنی ہے کہ مسلمانوں کا نام "امت وسطے" کیوں ہے۔ امت وسطیٰ کی خصوصیات کیا ہیں۔ کن وجوہ سے وہ امم سابقہ سے ممتاز ہے۔ وہ کیا تعلیم تھی جس کی برکت سے ایک عظیم الشان "اخلاقی انتشار" سے "عدیم المثال اخلاقی توازن" پیدا ہوا۔ کس طرح بتدریج دنیا صراط مستقیم یا جادۂ اعتدال پر لائی گئی۔ اور بالآخر تکمیل دین کا اعلان عرفات کی پہاڑیوں سے سنا دیا گیا۔

اس عظیم الشان کارنامہ کی اہمیت سمجھنے کے لئے ع -

عنوان مضمون نمبر ۲ حسب ذیل

اقوام پیشینہ کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالی اور خصوصیت کے ساتھ یہ بات دیکھنی ہوگی کہ بعثت حضور کے وقت دنیا جہان کی بلحاظ مذہب، اخلاق، سیاست، معاشرت اور عمرانیت کیا حالت تھی۔

ولادت باسعادت ۵۷۰ء اور بعثت مبارک ۶۱۰ء

چھٹی صدی عیسوی کا اخیر اور ساتویں صدی عیسوی کی ابتدا ہی او فسق و فجور کی انتہا۔ چار دانگ عالم میں تعصبات مذہبی، ملکی و وطنی، حسبی نسبی اور معاشری کی وجہ سے ایک مہیب اور ہولناک اخلاقی انتشار پھیلا ہوا ہے۔ قمار بازی، شراب خوری، زناکاری، دختر کشی، اولاد کشی، عورت آزاری، غلاموں کی بیکسی، راہبوں کی آوارہ گردی، ساسانیوں اور رومانیوں کی سفاکیوں اور خون ریزیوں اور آئے دن کے جدال و قتال کی وجہ سے بحر و بر میں وہ طوفان بے تمیزی برپا، جس کی قرآن کریم ان جامع الفاظ میں خبر دیتا ہے

ظہر الفساد فی البر و البحر

عوارض زندگی کی بنا پر حسب و نسب کی وجہ سے، دولت و افلاس، پیشہ اور حرفت کے سبب، انسان انسان سے جدا ہو گیا تھا۔ برہمن، پوپ، موبد، ماگی اور احبار نے بہشت و دوزخ کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ پدری حکومت (پیٹری آرکیل گورنمنٹ) جو اقوام قدیمہ میں زمانہ دراز سے جاری تھی اور اب رومانیوں کے مسیحی مذہب قبول کرنے "پیٹری ارک" کی شکل میں آزادی کو معدوم اور "فیصلہ شخصی" کو نیست و نابود کر چکی تھی، پوپ کے ماتحت مذہبی گورنمنٹ میں جبر و استبداد سے کام لے رہی تھی۔ یہی پدرانہ حکومت جس نے انفرادی زندگی اور شخصی آزادی کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ہندوؤں میں

"کرتا خاندان"، اور عربوں میں "شیخ قبیلہ" کی صورت میں نمودار تھی۔

عناصر پرستی، اشیا پرستی، نیچر پرستی بت پرستی، اور بالآخر بادشاہ پرستی کا دور دورہ تھا، معاذ اللہ۔ خدائے بلند و برتر تخت الوہیت سے اُتار دیا گیا۔ اوتاریت، ابنیت، تثنیت اور ادعاء الوہیت نے سینکڑوں مختلف العقائد اور مختلف الخیال فرقے پیدا کر رکھے تھے۔

انسان ایسا ذلیل و خوار سمجھا گیا تھا کہ معزز اور وجیہہ انسانوں نے انسانیت کے ساتھ اپنا انتساب ترک کر دیا تھا یا وہم اور باطل پرستیوں نے انہیں (معاذ اللہ) خدا یا ابن خدا یا اوتار کا خطاب دے رکھا تھا۔ اس قسم کے نمونے جو فوق الفطرۃ اور انسانی دسترس سے باہر تھے تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفوس کے لیے ترغیب و تحریص کا موجب ہو سکتے تھے۔ اُنکی پیروی اور اقتداء اُن کے نمونے اور مثال سے جو دائرہ انسانیت سے باہر اور الٰہی الاصل خیال کیئے گئے تھے۔ انسان کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکتا تھا مختصر یہ کہ بیرونی طاقتوں کے تعبد نے انسان کو کفر و شرک کے تاریک غار میں دھکیل دیا تھا۔

(۲)

ولادت باسعادت اور اخلاقی انتشار

عیسوی سن تھا پانچسو ستر	ہوئے پیدا جناب پیغمبر
کیا تھی اس وقت حالت دنیا	تھا بر و بحر میں فساد بپا
دو شہنشاہیاں تھیں دنیا میں	ایک ایران ایک روما میں
دونوں باہم تھیں برسر پیکار	گرم تھا کشت و خون کا بازار
روم تھا شام تھا کہ ایران تھا	مصر تھا ہند تھا کہ یونان تھا

گبر و ترسا و صابئین و یہود | جینیان و بدھسٹ و اہل ہنود
بت پرستی میں سب کے سب مشتاق | تھے پرستی میں شہرہ آفاق

ساری دنیا میں اس وقت دو شہنشاہیاں تھیں، ساسانیوں کی جو مہا آتش پرست تھے دوسری رومانیوں کی جو مسیحی اور عیسیٰ پرست تھے (یہ دونوں تبلیغی مذہب ہیں) یہ دونوں سلطنتیں برسرپیکار تھیں۔ کبھی ساسانی غالب آتے تھے اور کبھی رومانی اور ایک دوسری جماعت کے لوگوں کو جبراً مجوسی یا عیسائی بناتے تھے دونوں سلطنتوں میں رعایا نہایت تباہ حال تھی۔ شاہی ٹیکس، امرائی ٹیکس، فوجی ٹیکس اور انواع و اقسام کے جبر و تشدد سے روپیہ وصول کیا جاتا اور قیصر و کسریٰ کی عیاشیوں میں صرف ہوتا تھا

قیصر جسٹنی نی ان (۵۶۵ء وفات) ایک مجموعہ قوانین مرتب کیا جس میں غلاموں اور ستیانوں سے متعلق بڑے درجے کے غیر رواداران احکام ہیں اور یہودیوں سے متعلق یہ حکم جاری ہے۔ کہ انہیں کوئی عہدہ فوجی یا سول نہ دیا جائے۔ وہ کسی ملکی مجلس میں شریک نہ ہو سکیں۔ اور ان کی مذہبی کتابیں جلا دی جائیں۔

اس شہنشاہ کا ہم عصر ایران میں نوشیرواں (۵۷۹ء وفات) تھا جو عادل مشہور ہے۔ اس نے قیصر روم سے خراج لیا۔ مگر ذاتوں کے امتیازات جو جمشید کے وقت سے ایران میں قائم ہو گئے تھے۔ اس سے یہ بھی متاثر ہوا۔ فردوسی شاہنامہ میں رقمطراز ہیں کہ یہ منصف اور داد گر بادشاہ رواج ملک سے مجبور ہو کر ایک موچی کے لڑکے کو لکھنے پڑھنے کی اجازت نہ دے سکا، نوشیرواں نے اسکے باپ کی درخواست کو نامنظور کرتے ہوئے جو الفاظ کہے وہ فردوسی کی زبان سے سننے چاہییں۔

ہنر پایدار مرد موزہ فروش | بیارد بدو چشم بینا و گوش
بدست خردمند مرد نژاد | چہ ماند بجز حسرت و سرد باد

نوشیرواں کا باپ کیقباد پرلے درجہ کا عیاش تھا وہ مزدک کا پیرو ہوگیا۔ مزدک اپنے آپ کو زرتشت کا جانشین کہتا تھا، عورتوں اور جائیداد میں سب آدمیوں کو حصہ دار سمجھتا تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ خدا فیاض ہے۔ آگ، پانی اور ہوا سے سب لوگ یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیوں عورتوں اور جائداد سے یکساں فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

نوشیرواں نے مزدک کو سولی پر لٹکایا۔ اس کے مذہب کا استیصال کیا۔ اور اسی ہزار مزدکی قتل کرائے، مگر زنا کے بارے میں وہی پرانا رواج جاری رہا جس کی رو سے ماں بہن کی بھی تمیز اٹھادی گئی تھی۔

وراثت تخت کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ تخت نشینی کے وقت ساسانیوں میں خانہ جنگی ایک معمول تھا۔ نوشیرواں کا جانشین ہرمز قتل ہوا اور اسکا بیٹا خسرو پرویز کے لقب سے تخت نشین ہوا (سنہ ۵۹۰ء)

خسرو پرویز کو مارس قیصر روم نے تخت نشینی کے وقت مدد دی۔ مارس کو فوکس غاصب نے ختم کردیا خسرو نے مارس کا انتقام لینے کیلیے سنہ ۶۰۹ء میں شام پر اور سنہ ۶۱۴ء میں دمشق اور یروشلم پر فتح پائی۔ عیسائیوں کے مذہبی تبرکات اور مقدس تصویروں کی سخت توہین کی اور لوگوں کو آفتاب پرستی پر مجبور کیا۔ (معرکہ مذہب و سائنس۔)

قیصر "ہرقل" نے سنہ ۶۲۲ء میں اسے شکست دی اور سنہ ۶۲۷ء میں ساسانیوں کے دارالسلطنت پر جو مدائن کے قریب تھی۔ قبضہ کرلیا۔

"ہرقل" نے مختلف عیسائی فرقوں کو جو تعداد میں دو سو سے بھی

زیادہ تھے مسلمانوں کے خلاف متحد اور یکجا کرنے کی تجویز کی۔ مگر ناکام رہا
یہ وہ قیصر ہے جسے حضورؐ نے قبول اسلام کا دعوت نامہ لکھا تھا۔ اور جس نے
ابوسفیان سے جو اس وقت مشرک تھے حضورؐ کے حالات دریافت کئے تھے

خسرو پرویز، عیاش، فضول خرچ، بدطینت اور شہوت پرست شہنشاہ تھا۔ علم ادب میں اس کی عیاشی ضرب المثل ہے۔ پندرہ ہزار لونڈیاں، پندرہ ہزار مغنیہ عورتیں، ارباب نشاط ہمیشہ اس کی محفل عیش کو رونق دیا کرتی تھیں اس نے طاق کسریٰ کے مقابلہ میں طاق نسیاں (جس کو باغستان بھی کہتے ہیں) بنوایا۔ جو کرمان سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پتھر کی تصویریں خوشنما مجسمے۔ مارس کا بت سنگیں اور ساتھ ہی اپنا اور اپنی معشوقہ شیریں کا بت نہایت ہی خوبصورت بنوا کر اس محل میں اس ترتیب سے نصب کرایا کہ شیریں جام شراب لبریز کر کے خسرو کو دے رہی ہے۔ ناصرالدین شاہ قاچار بادشاہ ایران اپنے سفرنامہ میں رقمطراز ہیں کہ سنگ تراشی اور فن مصوری کا اعلےٰ نمونہ اگر دیکھنا ہو تو طاق نسیاں کے کھنڈر دیکھو

"فرش بہار" جو حضرت فاروقؓ کے عہد میں مال غنیمت میں آیا اسی محل کا فرش تھا۔ جس میں موتیوں کی مرصع کاری سے نہریں اور زمرد کی ترصیع سے درخت بنے ہوئے تھے۔ اس پر بیٹھکر شراب نوشی موسم خزاں میں بھی فصل بہار کی بہار دکھاتی تھی۔

علم ادب میں بطور مثل۔ شیریں معشوقہ، شبدیز گھوڑا، اور باربد مطرب اس بادشاہ سے منسوب ہیں۔

یہ وہی خسرو ہے جس نے حضورؐ کا دعوت نامہ اسلام پھاڑ ڈالا تھا۔ اور اسی رات اپنے بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔

یہ مختصر سا خاکہ اس وقت کی سیاسیات کا ہے جس سے سوشل تعلقات اور معاشرت باہمی پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے۔ یونان، مصر، اور فرنگستان کا زیادہ حصہ اور روم اور شام رومانیوں کے زیر اثر تھا اور ایران مع متعلقہ مضافات تا دریائے سندھ ساسانیوں کے زیر حکومت۔ کبھی کبھی ساسانی اور رومانیوں کی باہم لڑائیاں شام اور مصر تک ممتد ہو جایا کرتی تھیں جس میں غسانی اور حیرہ والی بجو رومیوں اور ایرانیوں کے علی الترتیب حلیف تھے حصہ لیا کرتے تھے۔

مذہب کے متعلق اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہودیوں کے ساتھ نہایت بیرحمی کا سلوک کیا جاتا تھا۔ قیصر ہارڈرین نے پچاس ہزار یہودی ہسپانیہ میں جلا وطن کر دیا تھا۔ جسٹی نی ان، کا غیر رواداراانہ سلوک ہم اوپر بیان کر آئے ہیں عیسائیوں میں دربارہ فضیلت بشپ علی الدوام جھگڑے ہو رہے تھے اُنکے پانچ مرکزوں قسطنطنیہ، یروشلم، انطاکیہ، کارتھیج اور روم میں باہم اس امر پر تنازعہ تھا کہ کس بشپ کی سرکردگی تسلیم کی جائے آخر کار ۵۹۰ھ؁ میں گریگوری بشپ روم گریگوری اعظم کا لقب اختیار کرکے عیسائی دنیا میں پوپ تسلیم کیا گیا ایک غیر متناہی سلسلہ پاپائی شروع ہوا جس کی تاریخ جبر و استبداد جسم و جان پر کلی اختیار اور دین و دنیا پر غیر مسئول اقتدار کی ایک مہیب اور انوکھی مثال ہے۔ جب یہ سلسلہ شروع ہوا حضورؐ کی عمر ۲۰ سال تھی۔

کم و بیش یہی پاپائی اقتدار ہندوستان میں برہمنوں کو حاصل تھا جو اس وقت بدھوں کو ملک بدر کرکے اور اُنکے مندروں کو مسمار کرکے چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں بنا کر اور اس پر چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو مسلط کرکے اپنا اُلو سیدھا کر رہے تھے۔ ہیونگ سانگ اور ایک دوسرا چینی سیاح اس واقع کی دردانگیز داستان ۶۳۰ء؁ میں دہراتا ہے۔

ایسا ہی اقتدار ایران میں موبدوں اور ماگیوں کو حاصل تھا۔ ایک ہزار سپاہی پر ایک موبد تعینات ہوتا تھا۔ بادشاہ ماگیوں کی ہدایت پر چلتا تھا سوائے بادشاہ کے کوئی شخص ماگیوں کے اسرار میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔

ہندوستان میں برہمن اور بدھ باہم جھگڑتے تھے، اور عرب اور دیگر اقطاع ملک میں شر و فساد برپا تھا۔ یہودی قالت الیهود لیست النصارٰی علی شیء اور مسیحی وقالت النصارٰی لیست الیهود علی شیء ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے

ہندوستان میں برہما، وشنو اور شیو کی تثلیث، عیسائی دنیا میں باپ بیٹا اور روح القدس کی تثلیث، مصر میں آیسس، تھا اور ہورس کی تثلیث ایران میں، یزدان اور اہرمن کی ثنویت، یہودیوں میں تجسیم یعنی خدا کو مجسم سمجھنے کا مرض یہ وہ مشرکانہ عقائد تھے جو اتفاق اور اتحاد کی راہ میں بڑی بھاری رکاوٹیں تھیں۔

تعصب اور تنگ خیالی کا یہ عالم تھا کہ ہندو غیر ملکیوں کو ملیچھ (گندہ اور ناپاک) اور یونانی غیر یونانیوں کو "باربرس" (وحشی) اور یونانیوں کے اتباع میں۔ رومانی بھی غیر ملکیوں کو وحشی کہتے تھے۔ عرب باقی ساری دنیا کو بنظر حقارت "عجم" (گنگ) کہتے تھے۔

یہودی اپنے مقابلہ میں ساری دنیا کو بنظر استحقار دیکھتے تھے اور انہوں نے نحن ابناء اللہ واحباءہ ٭ برگزیدگان خدا کا لقب اپنے لیے اختیار کر رکھا تھا وہ سمجھتے تھے کہ ساری دنیا دوزخی ہے مگر وہ ہیں کہ ان کو آگ نہ چھوئیگی

لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ

یونان میں اولاد کشی رائج تھی اور انکے فلاسفر انہیں ضعیف اولاد کے قتل کا فتوی دیتے تھے زناکاری اور امرد پرستی کا مرض ان میں اس قدر

پھیلا ہوا تھا کہ "سقراط" جیسا مشہور حکیم ایک رنڈی پر عاشق اور اس کے گھر بیٹھا ہوا اس کو ہدایت دے رہا ہے کہ کیونکر وہ فاحشہ عورت اپنے حیا سوز اور مخرب اخلاق پیشہ میں ترقی کر سکتی ہے۔ پروفیسر لیکی حکیم "زینو" سرگروہ "رواقیین" کی اپنی کتاب اخلاق یورپ میں تعریف کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک لڑکے پر عاشق تھا

باتباع یونان یہ سیہ کاریاں روما میں بھی آئیں۔ امرد پرستی بھی رائج تھی۔ عورت کی کوئی حیثیت تسلیم نہ کی گئی تھی وہ شوہر کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ جو مال پیدا کرے خاوند کا سمجھا جاتا تھا نہ کوئی عہدہ قبول کر سکتی تھی نہ ضمانت، نہ معاہدہ نہ وصیت اور نہ ادائے شہادت،

باتباع "رومن لا" یورپ میں آجتک عورت کی کوئی علیحدہ شخصیت تسلیم نہیں کی گئی۔ باپ کے ہاں "مس" اور شوہر کے ہاں "مسز" کہلاتی ہے اس کا اپنا نام باپ یا شوہر کے تعلقات میں باقی نہیں رہتا۔

سنہ ۵۸۶ء جب حضور کی عمر ۱۶ سال تھی۔ عیسائی دنیا میں یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ "آیا عورت میں روح ہے یا نہیں"، ایک کونسل منعقد ہوئی جس میں سارے علما اور فضلا اکھٹے ہوئے۔ بڑے بحث و مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے یہ قرار پایا کہ عورت میں روح ہے۔ ورنہ اس سے پہلے وہ بے روح تصور کی جاتی تھی۔ دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لفظ "وومن"

یہودیوں کے ہاں کثیر الازدواجی کے علاوہ خرید فروخت عورت کا سلسلہ جاری تھا جب کسی عورت سے نکاح کیا جاتا اس کی قیمت اس کے آشنا کو دی جاتی تھی۔

ہندوؤں میں بعینہ وہی قانون جاری تھا جو رومانیوں میں۔ عورتیں قمار بازی میں ہاری اور جیتی جاتی تھیں۔ ایک عورت کے کئی خاوند ہوتے تھے منو نے

اپنے سسٹم میں بارہ قسم کے بیٹے جو طرح طرح کی حیلہ سازیوں سے پیدا کیے جاتے تھے تسلیم کیے ہیں۔ نیوگ مسلمہ رسم تھی جسے آجتک آریہ حضرات مانتے ہیں۔ عورت جنیو سے محروم ہی رہتی اور دوامی بیوگی کے رواج پذیر ہونے سے یہ ظاہر ہے کہ عورت کی مستقل شخصیت شوہر سے علیحدہ تسلیم نہیں کی گئی۔

مرلیوں کا رواج میں اور نیز ہندوستان میں رواج تھا اور آج تک مدراس پریسیڈنسی میں اس قسم کے مقدمات ہائی کورٹ تک گئے ہیں جن میں مرلیاں مندروں پر وقف کی گئی ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ کرشن جی مہاراج کو جو ایک بزرگ انسان تھے پرانوں میں گاتا ناچتا اور گوپیوں کے ساتھ کلول کرتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

ایران میں، لونڈیوں، خواجہ سراؤں، امردوں اور عورتوں کی نگرانی کا پرانا دستور تھا۔ بادشاہ عیاش، امرا شہوت پرست، نہ کوئی مذہب نہ اخلاق۔ زنا کے لیے ماں بہنیں سب برابر۔ مزدک کے ناپاک عقائد کا حال ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

ہند میں پیدائشی برہمن، پیدائشی شودر، روما میں دولت اور غیر دولت امرا و غربا کے دو طبقے۔ مختصر یہ کہ دنیا میں یکجہتی اور اتحاد کے تمام راستے مسدود تھے۔ فتنہ و فساد، شور و شر کا دور دورہ تھا۔

عرب خبائث میں تمام ممالک کا مجموعہ تھا۔ اشیا پرستی، بت پرستی، تناولہ زد جنگات باہم قبائل میں بغض و عناد۔ دختر کشی، حسب نسب پر بیجا غرور، شراب خواری، قمار بازی اور زناکاری جو مشترک خصوصیت اقوام تھی۔ عرب میں ایک وسیع پیمانہ پر جاری تھی۔

عورتیں جیتی ہاری جاتی تھیں | لڑکیاں زندہ گاڑی جاتی تھیں
تھیں وہ اک دنی شے اثاثہ میں | ملتی اولاد کو تھیں ترکہ میں
خمر اور میسر اور بدکاری | رسم مطبوع تھی زناکاری
ہندی واما رگ، مزدک ایرانی | پیشوایان کار شیطانی
ظلمت شرک و کفر و فسق و فجور | گویا دنیا تھی اک شب دیجور
جب ضلال و تمرد و طغیاں | تھے بہر رنگ رہزن انساں
ہوا موج بحر لطف و کرم | ہوئے مبعوث رہبر اعظم
عقل اور فہم سے خطاب ہوا | وہم اور ظن کا سد باب ہوا

دور علم و یقین آتا ہے
عہد وہم و گمان جاتا ہے

(۳)

بعثت محمد مصطفیٰ

چھ سو دس عیسوی مبارک سن | کہ ہوئی بعثت رسول زمن
پیشواؤں کے پیشوا آئے | رہنماؤں کے رہنما آئے
آئے قرآن اُن کے ہاتھوں میں | نص فرقان اُن کی باتوں میں
قل ہو اللہ تھی صدا اُن کی | لا شریک لہ ندا اُن کی

خاتم شرک و لامع توحید
منبر غار حرا سے اک خورشید

اے محمد، اے احمد، اے محمود، اے بشیر، اے نذیر، اے مسعود!
کلمہ حق سنا دیا تو نے | نقش باطل مٹا دیا تو نے

رہنماؤں کا رہنما ہے تو حق تو یہ ہے کہ حق نما ہے تو
رحمت عام ہے ترا اسلام کافۃ للناس ہے ترا پیغام

محمد امین، محمد صادق اور محمد مصدوق اب محمد رسول کے رتبہ اعلیٰ اور ارفع پر فائز ہو کر تبلیغ رسالت اور دعوت حق کا فرض عظیمہ اپنے ذمے لیتے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ وہ تاجرانہ حیثیت سے ایک دفعہ شام میں گئے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ فطرتاً طبیعت عامہ میں ایسا تصرف کرنا چاہتے تھے جس سے دنیا فتنہ اور فساد سے نجات پا کر امن و امان کے ساتھ بسر کرے انجمن حلف الفضول اسی مقصد سے قائم کی گئی تھی کہ رہزن اور ڈاکو، زائرین کعبہ کو نہ ستائیں۔ اور اگر ضرورت ہو تو رومانیوں اور ساسانیوں کے حجاز پر اقدام کو روکا جائے یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ آپ نے اپنی پینتیس سالہ عمر میں عربوں کو ایک عظیم خانہ جنگی سے بچایا تھا جو حجر اسود کے نصب کرنے میں اُن کے مابین ہونے والی تھی آپ نے اپنے فہم اور تدبر سے سنگ اسود کو اپنی چادر میں رکھا اور متخاصمین کو اس کے چاروں کونے پکڑائے سب قبائل نے چادر کو اُٹھا لیا اور کعبہ کے پاس پہنچ کر اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو مناسب جگہ پر نصب کر دیا۔

مورخین کہتے ہیں اور وہ یہ کہنے میں حق بجانب بھی ہیں کہ حضور نے ساسانیوں اور رومانیوں کی شخصی حکومتوں کے مقابلہ میں جمہوری حکومت کا سنگ بنیاد اسی دن رکھدیا کہ جب انہوں نے قبائل کو حجر اسود اس فہم و فراست کے ساتھ نصب کر کے ایک عظیم اور مہیب خانہ جنگی سے بچا لیا

اُس اخلاقی انتشار، کی مختصر تاریخ جو چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا تھا ہم بیان کر گئے ہیں اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ وہ پندرہ سال تک دنیا کی اس تباہ حالت اور اس کے اصلاح کے متعلق اوقات مناسب

گوشۂ عزلت (غار حرا) میں تنہا اور یکسوئی کے عالم میں بیٹھکر غور وفکر فرماتے رہے۔

اس روحانی اور اخلاقی تباہی کا منظر ان سلیم الطبیعت انسان کے دل و دماغ پر محیط ہو کر اس طرف لے گیا کہ وہ کون سی وجہ ہے اور اس کا کیا سبب ہے کہ دنیا سیاسی، اخلاقی، عمرانی، معاشرتی اور اقتصادی غرضکہ ہر پہلو سے تنزل کر رہی ہے انہیں معلوم ہوا یا یوں کہئے کہ القا ہوا یا اس طرح پر بھی بیان کر سکتے ہیں کہ الہام ہوا، وحی نازل ہوئی اور وہ پہلا الہام اقراء باسم ربک الذی خلق تا مالم یعلم تھا کہ دنیا جاہل ہے اور جہالت کی وجہ سے "شرک" کا تسلط ہے جو توحید کی ضد ہے۔

قوموں کی اشیاء پرستی بت پرستی اور بت پرستی سے بادشاہ پرستی اور اور تعدد آلہہ کی شکل میں تبدیل ہو کر تمام دنیا پر احاطہ کیے ہوئے ہے تمام روئے زمین پر "شرک" کا تسلط ہے اور توحید کے مقابلہ میں یہ "شرک" وہ ظلم عظیم ہے جسے تمام برائیوں تمام سیہ کاریوں اور انواع و اقسام کی بدکرداریوں اور بداعمالیوں کا سرچشمہ کہنا چاہیئے۔ اس قاتل انسانیت اور ہادم آدمیت کے ماتحت جہان اور جہانیوں کی روحانیت کا کیا ذکر، دنیا سیاست و اخلاق معاشرت و تمدن غرضکہ ہر ایک اعتبار سے کچھ مر چکی تھی اور کچھ قریب المرگ۔

ان حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ توحید کی سطح مرتفع سے ایک آواز بلند ہوئی جس کی نسبت مولینا حالی فرماتے ہیں۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی	عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج ہوا کا	ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

اس حقیقت کو غیر متعصب محققین نے طوعاً اور متعصب مورخین نے

دو کرہا ہے تسلیم کیا ہے کہ بعثت حضرت محمد مصطفیٰ صلے لا الہ الا اللہ نے دنیا کی
تاریخ کو بلحاظ مذہب، سیاست، اخلاق، معاشرت اور اقتصاد کے یکسر
تبدیل کر دیا۔ تبدیلی کیسی عظیم اور کیسی جلیل کہ جس کی انسانیت ہمیشہ سے
خواستگار تھی۔

مورخین یورپ کے بیان کے مطابق پہلا اور اسلامیوں کے ہاں دوسرا
یا تیسرا الہام اس بے نظیر اور بے مثال دعا کی شکل میں ظاہر ہوا جس کا
نام ہے "سورہ فاتحہ"۔ سورہ فاتحہ سے ایک نئے دور کا افتتاح ہوتا ہے
جو "اللہ رب العالمین" کی ربوبیت عامہ اور "الرحمن الرحیم" کی رحمت تامہ
کے ماتحت معدلت و انصاف "مالک یوم الدین" سے معمورہ دنیا کو معمور
کرتا ہوا "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کے ہمراہ ہر خاضع اور خاشع دل
کی گہرائی سے "اہدنا الصراط المستقیم" کی دعا مانگتا ہوا۔ وہ کون سا جادہ
مستقیم "صراط الذین انعمت علیہم" انبیا و صدیقین اور شہدا کا جو راہ حق میں قربان
ہوئے "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" وہ راستہ جادہ اعتدال ہے
نہ مغضوبین کا اور نہ ضالین کا۔

یہ دعا عالمگیر ہے اور تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایسی جامع
ایسی محیط عالمگیر ایسی دلکش ایسی دل آویز ایسی پرجوش [illegible] ایسی
پرخضوع و خشوع دعا جس میں دعائیت [illegible] کے الفاظ ایسے ایسی
معجز نما ترکیب سے ملائے گئے ہیں کہ طالبان حقیقت ہمیشہ [illegible] لیکر
پڑھیں گے اور راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن ہونگے کسی دوسری جگہ نہیں
"امت وسطیٰ" کی بنیاد بھی اسی دعا پر رکھی گئی ہے جسے ہم آئندہ بیان کرنے
والے ہیں۔

مختصر یہ کہ دنیا میں انقلاب آیا، کیسا عظیم الاثر انقلاب کہ کفر کی جگہ ایمان، ظلمت کی جگہ نور، ضلالت کی جگہ ہدایت، تذبذب کی جگہ استقلال، تلون کی جگہ استقامت، دنائت کی جگہ علو ہمت، عداوت کی جگہ اخوت، غلامی کی جگہ حریت، الغرض شرک کے ماتحت جو فساد اور نفاق کا دور دورہ تھا۔ اب توحید کے زیر حکومت صلاح، اصلاح اور وفاق سے دنیا بھرپور ہو جاتی ہے الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ بغض کی جگہ محبت اور کدورت کی جگہ صفا اور بزدلی اور تذبذب کی جگہ شجاعت اور عزم و ثبات کو ملتی ہے۔

"وحدت انسانی" ملکی، قومی، نسلی، نسبی، حسبی، منصبی اور ذات و پات کے امتیازات کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ عارضی عوارض سے جو جماعت بندیاں اور گروہ سازیاں امرا و غربا، دولت مند، مفلس، پوجاری، برہمن، موبد، ماگی، احبار، پوپ، پادری وغیرہ کی پیدا ہوگئیں تھیں یکقلم موقوف کر دی گئیں۔ دنیا جہان کو یہ اعلان عام سنا دیا گیا کہ "ایہا الناس ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" ؎

ایہا الناس ہو مساوی تم اکرمیت نصیب "اتقاکم"

جماعت کو جماعت سے قبائل کو قبائل سے اور انسان کو انسان سے برِ بناء پیشہ یا بر بنا حسب نسب یا منصب، دولت یا امیر غریب یا غلام آقا یا مرد و عورت جدا جدا کر دینا بدترین قباحت ہے جس سے جلال افزا جمہوریت کے لیے ضروری ہے پیدا نہیں ہوتا۔ انسان کو بطور انسان کے جانچنا چاہیے۔ خواہ اس کا سوسائٹی میں بلحاظ عوارض کوئی درجہ ہو۔ وہ بادشاہ ہو یا گدا، غریب ہو یا امیر، غنی ہو یا محتاج، برہمن ہو یا شودر، گرہے

انسان اور مساوی مواقع کا حقدار۔

مختصر یہ کہ اگر ہم دو جملوں میں "دور شرکا نہ اور ذلت انسان"، اور پھر "دور موحدانہ اور حرمت انسان"، کی خصوصیات کو بیان کرنا چاہیں۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ۔

اول الذکر میں "بیرونی طاقتوں کا تعبد اور عناصر کی متوہمانہ پرستش"، اور آخر الذکر میں "اندرونی طاقت یعنی ایمان و ضمیر کی اطاعت اور معبود واحد کی عاقلانہ پرستش۔"



الغرض جناب والا نے گم گشتگان بادیہ ضلالت کو ضمیر سے کام لینا سکھایا اور عالمگیر قومیت کی بنیاد وطن پر نہیں، رہبانیت پر نہیں، اب و ہوا پر نہیں، ہم زبانی پر نہیں، ملوکانہ مجبوری پر نہیں، رنگ و روپ پر نہیں اور نہ کسی اور عارضی بنیاد پر بلکہ مسلم کی قومیت کی بنیاد ایک ہمہ گیر اور ہمہ بین اصول "توحید"، کے ماتحت دل کی آراستگی اور صفائی پر رکھی اور یہ حقیقت الواح دل پر مرتسم کر دی گئی کہ ۔

حب اللہ حب آدم ہے	حب آدم فروغ عالم ہے
ہر وہی ایک مبدء اعظم	بھائی بھائی ہیں سب بنی آدم
بھائیوں بھائیوں میں الفت ہو	رحم ہو، عفو ہو، محبت ہو
غم اخوان سے جو بے غم ہے	ایک حیواں بہ شکل آدم ہے
رحم و انصاف ہیں یہ وہ جذبات	جن پہ مبنی نظام مخلوقات
ہے یہ ارشاد صادق مصدوق	طاعت اللہ رحم بر مخلوق
گر نہیں رحم و عدل حیواں ہیں	ننگ آدم ہیں ننگ انساں ہیں

طلب حق چلن ہی مسلم کا
دل مسلم وطن ہی مسلم کا

(۴)

سلطنت اور احمد مجتبیٰ

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین

کمال عبدیت میں تھا جلال سلطنت مضمر — یہ نکتہ سیرت احمد سے ہی یکسر عیاں باقی
جھکا اللہ کے آگے جھکایا ساری دنیا کو — یہ راز عظمت مسلم تھا سجدہ میں نہاں باقی

ہمیں معلوم ہی کہ مکی زندگی میں حضورؐ اور معتقدین حضور پر جو سختیوں پر سختیاں اور مصیبتوں پر مصیبتیں نازل ہوئیں حضور کے تعلقات میں ترغیب و تحریص سے کام لیا گیا۔ کہیں عتبہ نے جاکر سرداری ملک اور انواع و اقسام کے نعائم دنیا پیش کیے کہیں کفار قریش کا وفد ابو طالب کے پاس گیا کہ اگر آپکا بھتیجہ اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہ آئیگا تو آپ سے قطع تعلق کیا جائے گا۔

ہمیں معلوم ہی کہ جب اس پر چچا نے آپ کو سمجھایا ہی تو حضورؐ آبدیدہ ہو کر اُٹھے واپس جاتے ہوئے فرمانے لگے کہ اگر یہ لوگ آفتاب میرے دائیں ہاتھ پر اور مہتاب بائیں ہاتھ پر لا کر رکھدیں تو بھی میں اس امر حق سے باز نہ آؤں گا۔

ہمیں معلوم ہی کہ جبل شعب میں سارے ہاشمی قبیلہ کا مقاطعہ تین سال تک جاری رہا۔ یہ بھی معلوم ہی کہ حضور کو طرح طرح سے ستایا گیا۔ آپ کے معتقدین کو کڑاکے کی دھوپ میں ڈال ڈال کر تکلیفیں دی گئیں۔ کتنی ایک قتل کر دئے گئے جس پر تنگ آکر ہجرت ثانیہ مدینہ کا حکم دیا گیا اور جب حضور کی جان لینے کی تجویز ابوجہل نے تمام قبائل سے ایک ایک آدمی اکٹھا کر کے اور گرانبہا انعام کی ترغیب دیکر کی تو حضور بہ نفس نفیس اپنے یار غار صدیقؓ کو ہمراہ لے کر اور غار

ثور میں اپنی رفیق کو "لاتحزن ان اللہ معنا" کا روح افزا جان پرور رضا و تسلیم اور انقطاع الی اللہ اور مصائب و نوائب میں خدائے ملیک و مقتدر پر بھروسہ کرنے کا لازوال و بدیع المثال سبق سکھا کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تھوڑی مدت قبل از ہجرت بیعت ثانی عقبہ ایک غار میں اندھیری رات کے وقت چند یثربیوں سے لی گئی تھی۔ کہ وہ مدینہ میں امر حق کی تبلیغ کرینگے۔

یثرب (مدینۃ النبی) میں جو پرجوش خیر مقدم انصار اور ان کی اولاد کی طرف سے کیا گیا وہ کتب سیر میں لفظاً لفظاً محفوظ ہے اور اس حقیقت کو ہمیشہ ظاہر کرتا رہیگا کہ عقیدت اور جاں نثاری کے کیا معنی ہیں۔

سورہ عصر مکہ میں نازل ہوئی۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر

تاریخ شاہد ہے کہ انسان تنزل کر رہا ہے۔ مگر اس تنزل سے مستثنیٰ ہیں وہ لوگ جو ایمان والے فرض شناس.. اس فرض پر عامل (عمل پیرا) ہیں پھر نہ صرف ایمان و عمل بلکہ امر حق کی باہمی وصیت یعنی دوسروں کو امر حق پر عمل کرنے کے لیے ابھارنا چاہیے اس ترغیب میں مشکلیں اور مزاحمتیں پیش آئیں تو "وتواصوا بالصبر" صبر و شکیب سے خاموش مقابلہ کرنا یہ ہے کہ زندگی کا خلاصہ کہ صرف ترقی کی چار صورتیں ہیں (۱) فرض شناسی (۲) اس پر عمل پیرائی (۳) عمل حق کی ترغیب (۴) مزاحمت پر صبر

حضورؐ اور حضورؐ کے معتقدین کی مکی زندگی مجسمہ ہے انہیں چہار گانہ فضائل کا

وصلی اللہ علی نورہ کزو شد نورہا پیدا

مکہ میں تھا صرف "اقیموا الصلواۃ" اب مدینہ میں اس پر اضافہ ہوا "وآتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین" اہل نصاب پہ ادائگی زکواۃ فرض کی گئی اور ساتھ ہی نماز جماعت کا حکم دیا گیا۔ بعد میں فریضہ حج بھی خاص حالات میں قائم کیا گیا۔ روزہ بھی فرض کیا گیا کہ مسلم تکلیف وسختی کی برداشت کرسکیں۔

ہم کہتے ہیں اور یہ کہنے میں ہمیں تامل نہیں حالات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ ان تین مختصر آیات میں جو زیب عنوان ہیں اور جن میں توحید، ہمدردی اور اتحاد کی بنیادیں مستحکم کی گئی ہیں مذہب اور سلطنت کا وہ بدیع المثال نظام قائم کیا گیا ہے جو تھوڑے عرصہ میں ان دونوں تمدنوں پر غالب آیا جو ایرانیوں اور رومانیوں کے ہاں مذہب اور سلطنت کی صورت میں متداول تھے وہ الہی الاصل جماعت قائم کی گئی جس کو بارگاہ خداوندسے مسلم خطاب ملا "ہو سماکم المسلمین" اور دین کا نام رکھا گیا اسلام "ان الدین عند اللہ الاسلام"

اس بلند خطاب اور اس پرمعنی نام میں اسلام سب ادیان میں منفرد ہے زرتشتی، بدھوں، موسائیوں اور عیسائیوں کو جو اپنے اپنے بانیوں کے نام سے منسوب ہیں اس اعلیٰ اور ارفع حقیقت سے کیا نسبت ہے۔ جس کا مرکز مستقل شریعت موبدہ اور سرچشمہ ازلی وابدی ہے۔ جوں جوں معلومات بڑھیں اور آئندہ بڑھینگے، دائرہ علوم وفنون وسیع ہوگا۔ توحید کی عالمگیر حقیقت دنیا اور جہان کو مسخر کرتی جائے گی۔

یہاں ان چاروں تبلیغی مذاہب کا باعتبار سلطنت مقابلہ کرنا بے محل نہ ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ شہنشاہیت سوائے تبلیغی مذاہب کے قائم نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہ لوگ جو تبلیغی مذہب نہیں رکھتے شہنشاہیت قائم کرنے کے نااہل ہیں۔ اس بناء پر کہ وہ دوسرے لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنا نہیں

چاہتے۔

"بدھ تبلیغی مذہب ہے مگر نہ پھیلا پر نہ پھیلا، تا آنکہ چندر گپت ۳۲۰[12] قبل مسیح اور اس کے جانشین "اسوکا" نے بدھ مذہب قبول کیا۔ اور ہندوستان میں بھی وہ دور راجگان ہیں جنہوں نے شہنشاہیت قائم کی تھی۔

مسیحیت نے اس وقت زور پکڑا اور پر و بال نکالے جب چوتھی صدی عیسوی کے آغاز میں قسطنطین اعظم نے عیسائی مذہب قبول کر کے اُسے بزور شمشیر پھیلایا

زرتشت ناکام رہا تا آنکہ دار اگستاسپ نے اس پر ایمان لا کر تلوار کے زور سے آتش پرستی نہ پھیلائی۔

اسلام کے بانی یتیم تھے بیکس تھے بے یار و مددگار تھے اور تمام روئے زمین پر شرک اور بت پرستی کا تسلط۔ اور ہم ابھی مدنی زندگی میں دکھانے والے ہیں کہ وہ خود بادشاہ بنے اور اس عظیم الشان سلطنت یا خلافت کی بنیاد ڈالی جس کا نظیر بقول گبن دنیا نے نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ آئندہ دیکھے گی۔

نتیجہ یہ کہ باقی تینوں تبلیغی مذہب اپنی اشاعت میں بادشاہوں کے ممنون ہیں۔ مگر اسلام یہ کہ اس نے خود اپنی فطرتی او طبیعی صداقت کی وجہ سے مسلماؤں کو بادشاہ بنایا، پھیلا، پھولا، بڑھا اور تا قیام قیامت بڑھتا رہیگا وہ اپنی اشاعت میں بادشاہوں کا محتاج نہیں، بلکہ خود بادشاہ بنانے والا ہے "ولو کرہ المشرکون"۔

مختصر یہ کہ فریضہ زکواۃ اور نماز جماعت نے مساوات اور مواخات کے وہ سرچشمے اور اُن سرچشموں سے وہ نہریں جاری کیں جن سے سارا عالم سیراب و شاداب ہو گیا ہے

تھی صدائے دعوت حق قل ہو اللہ احد — ہر وہی معبود واحد خالق کون و مکاں
حرمت نفس و مساوات و اخوت عدل و رحم — چشمۂ توحید سے یہ پنج دریا ہیں رواں
ہو گئے جنگل گلستاں بن گئے صحرا چمن — ہو گئیں سرسبز یکسر جسم و جاں کی کھیتیاں
"ایہا الناس" اکرم و اشرف ہے کرم میں متقی — ہے عبث یہ امتیاز ابن فلاں ابن فلاں

یہاں ہم مثنوی معارف الاسلام سے چند اشعار اس الٰہی الاصل جماعت کی مساوات اور حریت سے متعلق درج کرتے ہیں ؎

ہے اذانوں میں مکرر تکبیر — ہے جم ذو الجلال کی تفسیر
ہے منادی کہ جائیں مسجد میں — کہتر و مہتر آئیں مسجد میں
ایک شاہی میں اک گدائی میں — آئیں دربار کبریائی میں
ایک صف میں کھڑے ہوں شاہ و گدا — ہے غنی اللہ انتم الفقرا
اک گدائی میں اک امیری میں — سب مساوی ہیں اس فقیری میں
ہے جبین نیاز شاہ و گدا — وقف سبحان ربی الاعلیٰ

یہ "مساوات" یہ ترا انعام
ربنا ذو الجلال والاکرام

اس مساوات کی ہے ذریت — جس کا ہے پیارا نام "حریت"
ہوئی پیدا جماعت احرار — مے وحدت سے سب کے سب سرشار
جذب توحید تھا سپہ سالار — جوش اخلاص تھا علم بردار
تھا خدا اُنکے ہم خطابوں میں — فتح و نصرت تھی ہم رکابوں میں
نور توحید اُن کے سینوں میں — تھے نشاں سجدہ کے جبینوں میں
استقامت تھی خانہ زاد اُن کی — سرفروشی تھی بس مراد اُن کی
پیکر خشم یہ جلال یہ توقیر — تھے وہ عزم و ثبات کی تصویر

اعتقاد و عمل میں یک رنگی | قول و کردار میں ہم آہنگی
جو وہ کہتے تھے کر دکھاتے تھے | قول و فعل ایک ساتھ جاتے تھے
"آتنا ربنا" التجا اُن کی | "ثبت اقدامنا" دعا اُن کی
تبع تابع تھے اسوۂ حسنہ | مالک تختِ قیصر و کسریٰ
تھا یقیں "لا الہ الا ہو" | تھا "عمل" "لاتخف زغیر او"
یہ یقیں یہ عمل یہ جہد و علیٰ | پڑھ ہو سبحان ربی الا علی
تھے وہ یک دل اور یکزباں، یکرنگ | ہمدم و ہمخیال و ہم آہنگ
عزم راسخ سے کام لیتے تھے | راہ مولا میں جان دیتے تھے
شکر صدق اُن کی باتوں میں | سپر صبر اُن کے ہاتھوں میں
فرش پر خاک کے جبین نیاز | عرش ہمت پہ کرتے تھے پرواز
مدعا راہ حق میں مرنا تھا | اُن سے لڑنا قضا سے لڑنا تھا
پاس حق کی وہ حرمت و تکریم | موت کو تھے سمجھتے فوز عظیم
اُن کا دنیا میں تھا مقابل کون | تھے وہ تفسیر "انتم الا علون"
مدعا تھا اشاعت اسلام | پھیلے دنیا میں اک خدا کا نام
تھے وہ اوصافِ حسنہ سے موصوف | ناہی منکر آمر معروف
جائے سر، پر وہ حق پہ تھے قائم | لایخافون لومتہ لائم
مقصد زندگی بلاغ بلاغ | وقف تبلیغ تھا دل اور دماغ

الغرض یہ جماعت اعیان
پھیلی دنیا میں ہاتھ میں قرآن

۔ فی زندگی میں غزوۂ بدر ۲ھ غزوہ احد ۳ھ غزوہ خندق

۵ھ غزوہ تبوک، صلح حدیبیہ ۶ھ بر طبق صلح حج ۷ھ اور خالد (بعد میں سیف اللہ) کا مشرف باسلام ہونا فتح مکہ ۸ھ فتح خیبر اور غزوہ حنین ۸ھ وفود اور اُن کا جوق جوق آنا اور سلام قبول کرنا ۹ھ خود حج پر تشریف نہ لیجانا اور حضرت صدیق کو امیر الحاج مقرر فرمانا ۹ھ بعد روانگی صدیقؓ آیہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا کا نزول ۹ھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے یہ آیات کریمہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء ۔ ان اللہ علیم حکیم حضرت صدیق کو پہنچانا اور اُن کا بعد حج اس حکم امتناعی کا اعلان کرنا۔ پھر ۱۰ھ میں حج فرمانا اس اخیر حج کے تین نام ہیں۔ حجتہ الاسلام، کہ مسلمان ہی اس حج میں شامل تھے اور کوئی مشرک مذکورہ بالا حکم امتناعی کے مطابق حج میں شریک ہونے کی جرات نہ کرسکا حجتہ الوداع حضور کا آخری حج اور حجتہ البلاغ کہ اخیر خطبہ جو فصاحت و بلاغت کی جان اور اوامر و نواہی کا اعلان، اخلاق، مذہب اور عمرانیات کی تصویر، عورات و غلاموں کے حقوق اور حسب و نسب کے امتیازات کو مٹا دینے والی پر اثر تقریر مسلم دنیا کو اور اُن کی وساطت سے تمام دنیا کو جبل عرفات کی بلندیوں سے سنایا گیا جس کو مسلمانوں نے محویت و استغراق کے عالم میں سُنا اور دنیا کو سنایا اور جب تک انسانیت کا نام دنیا میں رہیگا ہمیشہ ہمیشہ سنایا جائیگا اور اس پر حکمت اور پر معرفت ہدایت نامہ سے سلیم الطبیعت انسان ایک روح پرور اور روح افزا زندگی حاصل کرتے رہیں گے۔

اللہ اکبر وہ یتیم اور بیکس جو وطن مالوف سے بے سر و سامانی کی حالت میں ہجرت پر مجبور ہوئے، آٹھ سال کے قلیل عرصہ میں اس سرزمین پر

جہاں ایک بالشت زمین بھی رہنے کے لیے نہ ملتی تھی اور جہاں کفار کے زور سے بیعت عقبہ یثربیوں سے رات کے وقت لی گئی تھی۔ فتح مکہ کے دن کریمانہ عفوو رحم سے کفار قریش کو جو مایوس بیٹھے ہوئے پھانسی کا انتظار کر رہے تھے "لا تثریب علیکم الیوم" کی بشارت سنا کر آزاد ٹھہراتے ہیں یہ وہ حالات اور واردات قلبی ہیں اور ان میں وہ بصارت و بصیرت موجود ہے جو دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اور نہ ملے گی۔ حق کا بول بالا ہوا۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کے نعروں سے زمین و آسمان گونج گیا۔

سنہ ۱۰ھ جب آخیر خطبہ ارشاد فرما کر حضور والا فارغ ہوئے اور یہ دلکش اور دل آویز نظارہ جسے مسلم دنیا مشاہدہ کر رہی تھی اور جسے سارا عرب اور عرب کی وساطت سے ساری دنیا سننے والی تھی درپیش تھا عین اس وقت مطابق بخاری آیہ کریمہ "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" نازل ہوئی۔

تکمیل دین ہو گئی اور اس وقت خاص پر تکمیل دین میں یہ بات بھی مضمر ہے کہ سلطنت دنیا یا خلافت کا تصور بھی دین کا اہم جزو ہے۔

مراجعت پر مدینہ پہنچ کر حضرت اسامہ بن زید بن حارث کی سرکردگی میں ایک لشکر تیار کیا جاتا ہے کہ وہ شام کی طرف جائے اور ان لوگوں کی سرکوبی کرے جنہوں نے زید بن حارث کو شہید کر دیا تھا۔ اسامہ غلام زادے تھے یعنی زید کے خلف جو ایک غلام تھے جنہیں حضور کے نکاح کے وقت حضرة سیدۃ النساء خدیجہ نے دیا تھا اور آپ نے آزاد کر کے اس کا نکاح ام ایمن سے کر دیا تھا جس کے بطن سے اسامہ پیدا ہوئے انہیں سپہ سالار مقرر کرنے میں یہ حکمت تھی کہ اصولی طور پر جو حسب و نسب کے امتیازات اٹھا دئے گئے

تھے۔ اُن کا عملی ثبوت بہم پہنچایا جائے علاوہ کیا کوئی ایسا نہیں جسے حضور نے اپنی زندگی میں عملی جامہ نہ پہنایا ہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قریش نے غلام زادہ کی سپہ سالاری قبول کرنے میں پس و پیش کیا۔ ارشاد ہوا کہ جو شخص لشکر اسامہ میں داخل نہ ہوگا وہ ہم میں نہیں۔ یہ بھی روائت ہے کہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ بھی اسامہ کے ماتحت اس لشکر میں شامل تھے۔

بوجہ علالت حضور یہ لشکر آپ کی زندگی میں روانہ نہ ہو سکا۔ بعد میں حضرت صدیق نے روانہ فرمایا اور کچھ دور تک پاپیادہ درآں حالیکہ اسامہ سوار رستہ طے کر رہا تھا ہوئے یہ ہی وہ عملی تعلیم ہے جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ متاثر ہو کر فرماتے ہیں

انا ابن نفسی کنیتی ادبی — او کنت من عجم او من العرب

ان الفتی من یقول ھا انا ذا — لیس الفتی من یقول کان ابی

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعثت کے وقت ساسانی اور رومانی دو تمدن دنیا میں موجود تھے ساسانیوں کا حلقۂ حکومت یمن تک وسیع تھا عرب وحشی تھے اگر وہ توحش کو چھوڑتے تو ضرور تھا کہ وہ ان دو تمدنوں میں سے کسی ایک تہذیب میں جیسی کہ وہ بری بھلی تھی جذب ہو جاتے۔

عرب حضور کی تعلیم کے ماتحت اٹھے اور اس ہدایت نامہ یعنی قرآن کے ماتحت ایسے ابھرے کہ دس سال کے قلیل عرصہ میں وہ ان دونوں تمدنوں پر غالب آ گئے۔ یہ کیا چیز تھی جناب الا کا اسوۂ حسنہ اور اعلیٰ تعلیم قرآن۔ اسوہ کیسا جس پر عبدہٗ،، کی قید لگا کر اس کو واجب التقلید اور واجب الاتباع بنا دیا تھا۔ بخلاف پیشینہ نمونوں کے کہ کرشن اوتار ہیں عیسیٰ ابن خدا ہیں عزیر ابن اللہ بدھ اوتار ہیں اور زرتشت اوصاف الوہیت سے ممتاز۔

کچھ نمونے تھے وراء الفطرت اور فوق البشر جن کی نہ تتبع کی جا سکتی تھی اور نہ تقلید کرنے کی ہمت ہوتی تھی وہ انسان کے لیے ناقابل حصول تھے۔

یہاں نمونہ ہے "عبدہ" جو عبد ہے انا البشر مثلکم انسان ہے انسانوں میں رہتا ہے انسانی ضروریات میں اور انسانی دائروں میں گردش کرتا ہے۔ ایسے نمونہ کی تقلید کی جا سکتی ہے چنانچہ کی گئی اور علاوہ براں یہ بات حاصل ہوئی کہ توحید کا سرچشمہ ہمیشہ کے لیے شرک کی غلاظت سے محفوظ ہو گیا ہم پیشینہ نمونوں کے حالات میں دیکھتے ہیں ؎

"عبدہ" سے یہ کھل گئے اسرار — اب نہ آئے گا یاں کوئی اوتار
خاصۂ عبد ہے عبودیت — کفر ہے ادعائے ابنیت
اکرم الناس "عبدہ" ہے خطاب — ہیں بشر مثلکم وہ عالیجناب
واسطے سارے ہو گئے زائل — تھے جو معبود و عبد میں حائل
اٹھ گیا اعتبار پاپائی — مٹ گیا اقتدار پاپائی
لم یلد نص رد ابنیت کا — "عبدہ" ہے ثبوت عبدیت

سب سے اعلیٰ ہے شان عبدیت
"فادخلی فی عبادی" ہے غایت

مدینہ میں مذہب کے ماتحت جو جو سیاسی اخلاقی، اقتصادی اور سوشل صلاحیں کی گئیں ان کا تذکرہ اس مختصر مضمون میں موجب تطویل ہے مگر اتنا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ۳ھ میں خمر اور میسر کی قطعی ممانعت "رجس من عمل الشیطان" تحفظ حقوق عورات سورہ نسا میں اولادکشی اور دختر کشی کا امتناع۔ مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے معتقدین کے مقابلہ میں

جہاد کی اجازت یہ وہ امور ہیں جنہوں نے تہذیب و شائستگی عالم میں بڑا بھاری حصہ لیا۔

حربیوں، ذمیوں، اور معاہدین سے متعلق جو عادلانہ اور روادارانہ قواعد وضع کیے اُن کی قرآن کریم میں جا بجا تصریح کی گئی ہے۔

حربیوں کے متعلق مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ اگر وہ تم پر چڑھ آئیں تو مدافعانہ پہلو اختیار کرو۔ اگر وہ اعتدا کے مرتکب ہوں تم بھی اُن کے ساتھ لڑو مگر کسی حال میں حد سے متجاوز نہ ہو۔

لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین

خدا تمہیں اُن لوگوں کے ساتھ احسان کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑتے اور نہ یہ کہتا ہے کہ تم اُن کے ساتھ انصاف نہ کرو۔ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ لیکن اُن لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے منع کرتا ہے جو تمہارے ساتھ مذہبی لڑائی لڑیں اور جو تمکو تمہارے گھروں سے نکال دیں۔

منصفانہ جہاد کی اجازت ہے۔ اور وہ تین صورتوں میں جائز رکھا گیا ہے اول یہ کہ مخالفین تم پر چڑھ آئیں۔ دوم یہ کہ تمکو اپنے وطن سے نکال دیں سوم یہ کہ اس قوم پر چڑھ آئیں جو تمہاری حلیف ہے اور ان تینوں صورتوں میں یہودیوں کے معابد اور عیسائیوں کے گرجے اور دیگر اقوام کے عبادتخانے اور اسلامیوں کی مسجدوں کی حفاظت کو ضروری قرار دیا ہے۔

ذمیوں کی اسی طرح حفاظت کرنا چاہئے جیسی کہ تم اپنی کرتے ہو

... کا قول ہے کہ اُن کا خون ہمارا خون اور ہمارا مال اُن کا مال ہے

... کے متعلق سر سید اور مولینا چراغ علی بربنائے آیہ کریمہ

... کہتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کو منسوخ کر دیا لیکن اگر

... منسوخ نہیں کیا تاہم اُنکے ساتھ مساویانہ سلوک کی ہدایت

کی گئی۔ مسلمانوں میں غلام اور غلام زادے بادشاہ ہوئے وزیر ہوئے عالم

ہوئے، محدث اور فقیہہ ہوئے۔ جابجا قرآن میں تصریحات موجود ہیں کہ گناہ

کے کفارے کے لیے غلاموں کو آزاد کر دیا جائے، زکواۃ کا ایک مصرف یہ ہے

کہ غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کیا جائے۔

تقویٰ کو اصول نیکی قرار دیا، اور یہ حقیقت روشن کر دی کہ کوئی فن -

کوئی ہنر کوئی لیاقت، کوئی ادبیت، کوئی مذاق، کوئی مادی ترقی، اور

کوئی ... اصول نیکی، یعنی تقویٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تم میں اشرف و اکرم

... متقی ہے ... اتقاکم

قرآن کریم پر تدبر کرنے سے معلوم ... اخلاق فاضلہ اور معارف

روحانیہ سب کے سب تقویٰ میں شامل ہیں۔ تقویٰ حکمت ہے، صبر ہے، حزم ہے، استقلال

ہے، ... ہے، ضبط نفس ہے، عزت نفس ہے

متقی کا فرض ہے کہ فریب و مکاری کا استیصال کرے اور مکر و فریب سے

جو حق تلفی کا اندیشہ یا عدم مساوات کے پیدا ہو جانے کا احتمال ہے اس کو دور

کرکے اصلی اور حقیقی مساوات کو بحال کر دے۔ اور دنیا میں ایسا امن و امان قائم

کرے کہ ہر ایک انسان اپنی اپنی استعداد اور اپنے اپنے میلانات و رجحان کے

مطابق اپنے قوائے فطری کی نشوونما کر سکے۔

مساوات ... تعلیم، فضل، معاشرت وغیرہ میں پیدا

نہیں ہوسکتی۔ مگر متقی کا یہ کام ہے کہ وہ ایسے ذرائع اور ایسے وسائل اور ایسے مواقع بہم پہنچائے کہ جہاں تک انسان کی آزادی، راحت اور جان کا تعلق ہے سب انسان آپس میں مساوی ہو جائیں۔

تقویٰ کے معنی منصفانہ جہاد کے بھی ہیں۔

واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ط

جو تم پر کسی قسم کی زیادتی کرے ویسی ہی زیادتی تم بھی اس پر کرو اور زیادتی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جانے رہو کہ اللہ متقین یعنی زیادتی نہ کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بوقت ضرورت تقویٰ میں جہاد بھی شامل ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ متقی کو لڑائی سے بچنا چاہیئے۔ مگر منصفانہ جہاد میں سب سے آگے ہونا چاہیئے۔ کہ ظالموں اور غاصبوں کا زور توڑا جائے اور مساوات انسانی بحال کی جائے۔

ہے وہ قہار منتقم ضابط	ہے وہ جبار منتظم رابط
متخلق[1] ہے کہ لے تو فی الجملہ	صفت انتقام سے حصہ
زندگی ہے یہ راز خاص النحاس	سن بالسن والجروح قصاص
موت کم مور کے خواص میں ہے	زندگی ماقبت قصاص میں ہے
گر نہیں مانتے ہو میری بات	پڑھو قرآن میں فی القصاص حیوٰۃ
لیکن لا تعتدوا بھی آیا ہے	برمحل عفو کو سراہا ہے

بے محل عفو ہے گناہ عظیم

ناشی ذل و ماحی تکریم

محمد مصطفےٰ اور احمد مجتبےٰ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کے اجمالی ذکر سے بارکت

[1] تخلقوا باخلاق اللہ

ہم بہرہ اندوز سعادت ہوئے۔ اب ہم بحیثیت "بانی ہست وسطیٰ"، اُن کی پرحکمت اور پرمعرفت تعلیم اور اُن کے اس زبردست نظامِ اخلاق کو پیش کرینگے جس کی نسبت ہمارا ایمان ہے نہ صرف بلحاظ عقیدت بلکہ باعتبارِ بصیرت کہ وہ نظام جسمانیات اور روحانیات کی ضرورتیں حال اور مستقبل میں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قوت کے ساتھ پوری کرتا رہیگا۔ جیسا کہ اس نے زمانہ گزشتہ میں کیں۔

(۵)

اخلاقی توازن اور بانیٔ ہست وسطیٰ

اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ

فادخلي في عبادي

کاہن کو نہ موسیٰ کو نہ گوتم کو، نہ عیسیٰ کو
میسر تھی یہ تعدیلِ قوائے جسم و جان باقی

رہا دنیا میں گہ افراط و گہ تفریط کا دورہ
فضائل میں تو ہی یکتا نہ کوئی و مکاں باقی

ترا قرآں ہے فطرت نہیں تبدیل فطرت میں
اسی فطرت پہ ہیں قائم زمین و آسماں باقی

دیکھئے اعتدال کی عمومیت کس بلیغ اسلوب سے بیان فرمائی گئی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ پر خواہ سیاسی ہو یا معاشرتی موثر ہے۔

ووضع الميزان الا تطغوا في الميزان واقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان

قرآن کریم

کتب آسمانی ہیں جتنی
مقصد خاص پردہ میں مبنی

غضب و غیظ موسیٰ کی تعلیم
حلم و رافت ہے عیسیٰ کی تعلیم

گیتا میں ہے فلسفۂ روحانی ژند میں ہے علو جسمانی
دیکھنا چاہو تو پڑھو قرآں
"اعتدال" کمالِ حسن و جہاں

امن ہو امن اور سلام سلام ہے خدا کا یہ آخری پیغام
تھا یہ اسلام کا جہادِ کبیر پہلے قرآں کی دنیا میں تفسیر
ساری راہوں میں ہے یہ سیدھی راہ
کلمہ لا الہ الا اللہ

توحید کی مضبوط اور مستحکم چٹان پر اسلام کی بنیادیں اٹھائی گئیں نصب العین حضور کے سامنے یہ تھا کہ انسان با خدا انسان بنے، عبد کامل ہو جائے اور "فادخلی فی عبادی" کا مصداق۔ قربِ حق اور لقائے ربی کے اعلی اور ارفع رتبہ پر فائز ہو۔

ربوبیت عامہ کے ماتحت اس اخلاقی "انتشار" کو جو محیط عالم ہے دور کرکے مذہبیت اور اخلاقیت کی راہوں سے "اخلاقی توازن" پیدا کیا جائے۔ قرآن میں کئی جگہ ارشاد ہے "آمنوا" "واعملوا" ایمان لاؤ اور عمل کرو اور یہ بھی کئی جگہ آیا ہے کہ "آمنوا وعملوا الصالحات" ایمان لائے اور نیک اعمال کیئے۔ ایک جگہ سورۂ تبارک میں منشاءِ خلقت "حسن عمل" کو قرار دیا اور فرمایا۔ خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً ط
خدا نے موت اور حیات کو اس غرض سے پیدا کیا کہ اس بات کو آزمائے کہ تم سے بہترین عمل کس کا ہے۔ یا یہ کہ از روئے عمل کون بہترین شخص ہے۔

دوسری جگہ سورہ بقر میں یوں ارشاد ہے کہ "ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون"
ہم نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں۔

ملاؤ ان دونوں آیات کریمہ کو اور تدبر کرو معلوم ہو جائیگا کہ عبادت اور حسن عمل مترادف ہیں۔ کیونکہ منشار خلقت کو جو حد اوسط ہے گرانے اور صغرے اور کبری کو ملانے سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ حسن عمل کا ہی نام عبادت ہے

اب دیکھنا چاہیے کہ حسن عمل کا میدان ہے دنیا اور دنیوی تعلقات۔ ان تعلقات سے "معاملات" پیدا ہوتے ہیں۔ اور معاملات میں عملی طور پر اخلاق کا سب سے زیادہ حصہ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حسن معاشرت کا سارا دارمدار اخلاق حسنہ پر ہے۔

اب اخلاق حسنہ یا فضائل اور دوسری طرف اخلاق ذمیمہ یا رذائل کی جب فہرست تیار کی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک چیز جو اس "وحدت" کے قریب ہو گی جس کو توحید نے پیدا کیا ہے وہ فضائل میں اور ہر ایک چیز جو اس دوئی کے قریب ہو گی جسے شرک نے پیدا کیا ہے۔ رذائل میں جگہ لیگی۔

توحید کی ضد ہے "شرک"، اور شرک کی نسبت قرآن کریم ناطق ہے کہ "ان الشرک لظلم عظیم"، شرک ظلم عظیم ہے۔ جب شرک ظلم عظیم ٹھیرا تو اس کے مقابلہ میں "توحید"، عدل کامل ہے۔ پس حکماء اخلاق کا یہ کہنا کہ توحید "عدل ہے"، اور شرک ظلم" پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔

عدل وسط ہے اور ظلم افراط و تفریط۔ فضیلت ایک ہے اور اس کے مقابلے میں رذیلتیں دو۔

اسلامیوں کا ایک فرقہ معتزلہ اپنے آپ کو صاحبان عدل و التوحید کے نام سے منسوب کرتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ فضائل کا سرچشمہ عدل ہے

اور رذائل کا منبع ظلم۔

عدل مظہر "معروف" ہے اور ظلم مظہر منکر، اور معروف اور منکر قرآن کریم کی رو سے دو الفاظ ہیں جو محاسن اخلاق اور ذمائم اخلاق کی تصریح کرتے ہیں ۔

عدل و توحید کا ہے اک مفہوم — ظلم اور شرک لازم و ملزوم
عدل سرچشمۂ فضائل ہے — ظلم سرحلقۂ رذائل ہے

جب حسن معاشرت کا مدار اخلاق حسنہ پر ہے اور اخلاق حسنہ بغیر عدل یا عدالت کے پیدا نہیں ہو سکتے تو ثابت ہوا کہ دنیا میں "عدل" حسنات کا سرچشمہ ہے

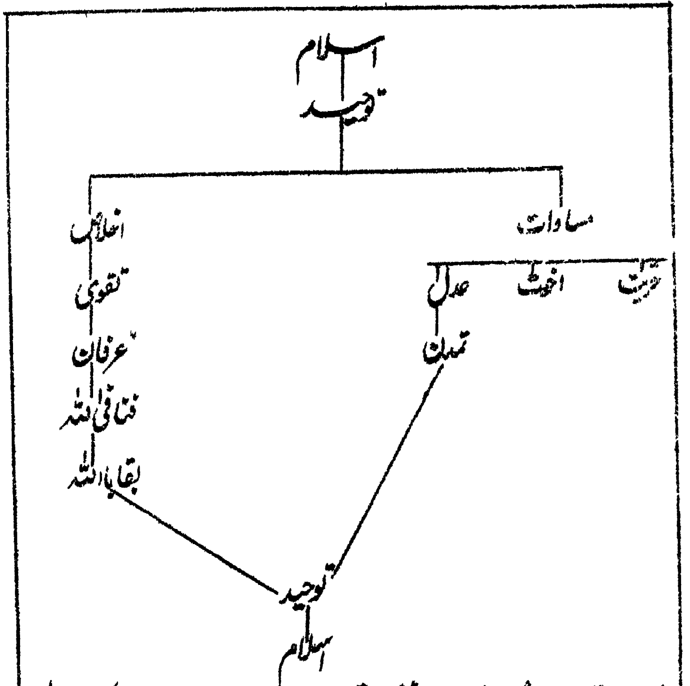
اسی عدل پر سارے فضائل متفرع ہیں۔ سب سے اخیر مگر سب سے مقدم "اخلاص" پیدا ہوتا ہے اور اخلاص سے تقوی اور تقویٰ وہ مبارک نعمت ہے جس کی بدولت انسان اشرف و اکرم قرار دیا گیا ہے "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"

پس دنیا میں کوئی تجارت، کوئی پیشہ، کوئی صنعت و حرفت غرضکہ کوئی کام ہو اگر زیر نگرانی نصفت و عدالت ہے "عبادت" ہے۔

عدل دنیا میں اور تقوی دین میں گراں بہا نعمتیں ہیں اور یہی دونوں وہ انعام ہیں جن کی وجہ سے انسان اس نصب العین اعلیٰ پر فائز ہوتا ہے جو "فادخلی فی عبادی" میں مضمر ہے

"اعدلوا، ہو اقرب للتقوی" عدالت تقوی سے قریب ہے اور تقوی عادلانہ معاشرت سے پیدا ہوتا ہے۔

پس نظام اسلام کو جو دین و دنیا دونوں کی تکمیل کرتا ہے ہم بطور اختصار اس طرح بیان کر سکتے ہیں۔



فنا اور بقا یہاں ان مشہور معانی میں مستعمل نہیں ہوئے جو بعض صوفیاء کرام بیان فرماتے ہیں۔ بلکہ فنا سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک چیز خدا کی راہ میں قربان کرتے جاؤ اور جب اس طرح تم خدا کے ہو جاؤ تو پھر خدا کے ساتھ یعنی خدا کے لیے زندگی اختیار کرو۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ سے اور منتہی ہوا ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین

غور کرو یہ سلسلہ شروع ہوا "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ" سے اور منتہی ہوا "ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین"

پس قربان جائیے بانیٔ امت وسطیٰ پر جنہوں نے افراط و تفریط سے مبرا ایک صراط مستقیم یا جادۂ اعتدال کی ہدایت کی اور اس راہ پر امت وسطیٰ

کو دنیا جہان کے لیے نمونہ بنا کر چلا گیا۔

اور ایک عظیم اخلاقی انتشار سے تنظیم و تعدیل کے ساتھ اخلاقی توازن پیدا کیا جس سے دنیا اور دین دونو حاصل ہو گئے۔ ایک طرف "ورفعنا لک ذکرک"، تو دوسری طرف ہی "ان الی ربک المنتہی"، فرد میں اہمیت پیدا ہو گئی اور قوم میں جمعیت۔

شجرۂ اسلام۔ از مثنوی معارف اسلام

آؤ دکھلاؤں شجرۂ اسلام — تا ہو روشن کہ کیا ہے نظام
دین و دنیا کی کرتا ہے تکمیل — جسم اور جان میں ہوتی ہے تعدیل
رکن اعظم ہے دین کا توحید — اصل محکم ہے دین کی توحید
نکلیں اس اصل سے دو شاخیں ہیں — اک مساوات دوسری اخلاص
سایہ افگن ہے اک "تمدن" پر — دوسری جاں فزا و جاں پرور
گویا اک چشمے سے یہ دو نہریں — جا رہی ہیں باغ دنیا میں
ایک سے سبز کشت جسمانی — ایک سے تازہ باغ روحانی
ہے "مساوات"، عدل کا ماوا — اور ہے "اخلاص"، تقویٰ کا ملجا
ہے تمدن میں عدل کا یہ کام — التزام حقوق و حفظ انام
ہے مساوات سے تر و تازہ — گلستان تمدن دنیا
مظہر اس کا نظام "جمہوری" — مظہر اس کا قوام "دستوری"
ہے اسی کا سبب "جمعیت" میں — حریت، عدل اور اخوت میں
اسی کا عکس ہے معیشت میں — اسی کا پرتو ہے سیاست میں

ہے مساوات منطقی سے عمل — کہ یہ دنیا کے مختلف احوال

مختلف ہے ہر ایک کا رجحان | ہے الگ ایک ایک کا میلان
ایک محتاج اور ایک غنی | ہے ذہین ایک اور ایک غبی
ایک عالم ہے ایک ہے جاہل | ایک کم فہم ایک ہے عاقل
ایک حاکم ہے ایک ہے محکوم | ایک خادم ہے ایک ہے مخدوم

مختلف رتبہ الغرض سارے
گوناگوں دنیا کے ہیں نظارے

پر یہ جمہور کی ہے اہلیت | کہ ہوں یکساں ذرائع راحت
تاکریں ساری قوم کے افراد | فیض حاصل بقدر استعداد
مانع نشو، گر ہو ناداری | تو گنہگار قوم ہے ساری
چاہیے قوم وہ کرے تدبیر | بہرہ ور جس سے ہوں غریب و امیر
مفت و جبری ہو سر بسر تعلیم | صنعت و فن کی جابجا تنظیم
خرچ قومی پہ مدرسے جاری | سیر حاصل ہو سرزمیں ساری

مدرسہ اپنا کارگاہ اپنا
فیس کا ڈر نہ قوت کا کھٹکا

ورنہ ناقص ہے نظم جمہوری | کہ ہے فطری قویٰ پہ مجبوری
انہیں مجبوریوں سے ناکامی | ہوا مخذول و خستہ حال و تباہ
نشو حاصل نہ گر کریں امیال | قوم گر جائیگی بقعر زوال
اس بنا پر ہے دین اسلامی | نشو فطرت کا سربسر حامی
مولی مولا بنا دیئے اس نے | ادنیٰ اعلیٰ بنا دیے اس نے
غلام آقا

"ایہا الناس" ہو مساوی تم
اکرمیت نصیب اتقاکم

اور وہ اخلاص منبع عرفاں — ہے کلید در خزائن جاں
اصل عرفان ہے فنا فی اللہ — اور فنا فائز بقا باللہ
ہے یہ وہ اعلے رتبہ عرفاں — جس پہ سوز ندگانیاں قرباں
صفتی رنگ میں فنا یئت — فائز منزل بقا یئت
یہ وہ منزل کہ ایک ہی جس جا — مرضی عبد و مرضی مولیٰ
قدرت اس کی خدا کی قدرت ہے — نصرت اس کی خدا کی نصرت ہے

دوست اس کے ہیں دوستان خدا
دشمن اس کے ہیں دشمنان خدا

ہے مساوات عدل کا ماوا — اور ہے اخلاص تقوی کا ملجا
عدل و تقوی بہم ملاتے ہیں — غائت زندگی دکھاتے ہیں
جسم میں اعتدال ہے صحت — روح میں اعتدال ہے راحت
صحت جسم ہے قیام بود — راحت روح حامل بہ بود
عدل ہے دنیا میں مرادف بود — تقوی ہے دیں میں روح کی بہ بود
ربط باہم ہے دونوں میں موجود — دنیا ہے بود دین ہے بہ بود
بود و بہبود کا یہ ہے مفہوم — کہ ہیں دنیا و دیں بہم ملزوم
بود و بہ بود سے یہ ہے ظاہر — کہ نہیں دنیا دین سے باہر
بود بہ سے ملے بنے بہ بود — گویا دنیا میں دین ہے موجود
نہایت اس سے یہ ہوگیا یکسر — دنیا بہ ہے اور دین ہے بہتر
دنیا اچھی ہے۔ دین ہے اچھا — عمل اچھا۔ یقین ہے اچھا
بہ اور بہتر بہم جو ملتے ہیں — گویا دریا دو یکجا بہتے ہیں
ان سے شاداب گلشن دارین — ان سے سیراب مزرع کونین

عدل کی دنیا میں ہے سالاری — تقویٰ کی دین میں ہے سرداری
عدل میں ہیں مراتب دنیا — تقویٰ میں ہیں مناصب عقبیٰ
عدل و تقویٰ جو ہوں باہم یکجا — دنیا میں دین، دین میں دنیا
اثر زندگی ہے تقویٰ و عدل — ثمر بندگی ہے تقویٰ و عدل
الغرض دین و دنیا کے سب کام — ایک "وحدت" سے پاتے ہیں انجام

اول اسلام آخر ہے اسلام
اللہ اللہ ہے کیا عجب نظام

عدل سے ہی نظام جسم و جاں — عدل سے ہی نظام جسم و جاں
بارک اللہ یہ قوت تعدیل — ہو گئی جس سے دین کی تکمیل
ہے نہ تفریط اور نہ ہے افراط — دین قیم ہے جامع اوساط
ہے میانہ روی صراط ہدیٰ — خیر امت ہی امت وسطیٰ
عدل سے تقویٰ، تقویٰ سے ہی عدل — دنیا سے دین، دین سے ہی فضل

عدل پیمانہ ہے معیشت کا
تقویٰ معیار ہے فضیلت کا

- اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

اللہ اکبر، دنیا و دین کا یہ تلازم جسمانیت و روحانیت کا یہ اتحاد کسی اور نظام مذہب میں موجود نہیں۔ دنیا ذریعہ ہی اور دین غائت۔ دین کی غائت القیات یہی ہے "فادخلی فی عبادی" اس رتبہ اعلیٰ پر فائز ہونے کے لیے نفوس جزئی یعنی نفس امارہ، اور نفس لوامہ کو "نفس کل" یعنی نفس مطمئنہ کے تابع رہنا چاہیے
حضور نے امت وسطیٰ کی بنیادیں جس کا یہ بے نظیر نظام ہے چالیس سال کی عمر میں رکھیں جو ایک میانہ درجہ عمر کا ہے نہ جوش جوانی ہے اور نہ انحطاط

پیرہی "خیر الامور اوساطہا"، وصلی اللہ علی نور کز وشد نور ہا پیدا۔

(۶)

وجہ تسمیہ اُمت وسطیٰ

انک لعلیٰ خلق عظیم

وکذالک جعلنا کم اُمۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا

ہے یہ آئین ملک دین آباد	کہ عدالت پہ جمتے ہیں بنیاد
حد سے بڑھتے نہیں تقابل میں	عدل پر چلتے ہیں تعامل میں
نہ خصومت نہ باہمی تکرار	دنیا بنتی ہے ایک جنت زار
ہے عدالت ہی اقرب تقویٰ	خیر امت ہے اُمت وسطیٰ

شان میں جن کی اخرجت للناس

ہے خدا سے انہیں امید و ہراس

اب ہم دکھلائیں گے کہ مسلامیوں کا نام "امت وسطیٰ" کیوں کہا گیا۔ اور امت وسطے کہاں تک فلاح و بہبود اور تہذیب و شائستگی کی کفیل ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قوم میں طبقۂ متوسط اور اقوام میں امت وسطے کی وساطت سے اخلاقی زندگی نے نشو و نما پائی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لیے تاریخ کی ورق گردانی کریں اور تہذیب و تمدن کے ابتدائی مرحلوں سے گزریں اور تدریج نہایاتی منازل کی طرف بڑھتے آئیں اس دشوار گزار راستے اور پر خطر وادی میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کو انسان بنانے کے لیے مصلحان قوم اور بزرگان ملت نے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں تکلیفیں برداشت کیں۔ جانیں جوکھوں میں ڈالیں، مارے گئے جلائے

گئے۔ سولی پر لٹکائے گئے۔ زندہ زمین میں گاڑ دیئے گئے۔ آروں سے چروائے گئے، وطن مالوف سے نکالے گئے۔ جلاوطن کئے گئے۔ ہجرت پر مجبور ہوئے مختصر یہ کہ ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ باغ تہذیب شائستگی کی داغ بیل جب ڈالی گئی اس کی تہ میں خون شہدا رکھا گیا اور خون شہدا ہی سے بعد میں اس کی آبیاری کی گئی۔ اور انہی مقدس اور جانباز قافلہ سالاروں کے طفیل ہم اس باغ کو سرسبز اور شاداب دیکھ رہے ہیں۔

جب ہم انتہائی منزل پر پہنچتے ہیں تو یہ حقیقت بین طور پر سامنے آتی ہے کہ معراج انسانیت ہے اسلام، غایت الغایات تہذیب ہے اسلام، علم و حکمت کا دفتر ہے اسلام۔ فہم و فراست کا مجموعہ ہے اسلام علم و فضل کا مرقع ہے اسلام۔ دنیا کے تجربوں اور مشاہدوں کی تصویر ہے اسلام۔ کتاب کائنات کی تفسیر ہے اسلام صحیفہ فطرت کی تعبیر ہے اسلام اور عدل و انصاف کا مجسمہ ہے اسلام۔

حکما اور مصلحین نے ابتدائے آفرینش سے سعی کی کہ دنیا میں عدل و نصفت کا تسلط ہو جائے مگر دنیا افراط و تفریط کی بھول بھلیاں میں پھنسی رہی تکمیل دین کا سہرا خاتم انبیاء، سرور اتقیاء، وصل حق اور شاملِ مخلوق کے مقدس سر پر باندھا گیا اور یہ شرف اکرم الناس اور افضل البشر کے حصہ میں آیا کہ مذہبیت اور اخلاقیت کی تکمیل ان کے مبارک ہاتھوں پذیر ہوئی۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

دورِ مشرکانہ میں معاذ اللہ۔ انسان خدا تھا یا حیوان۔ یہ افراط کے نظارے ہم جمشید ایرانی، نمرود بابلی، شداد سوری اور فراعنہ مصر وغیرہ کے حالات میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ گویا مخلوق خدا اُن کے آرام و آسائش کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

دوسری طرف یہ تفریط کہ رعایا محض حیوان ہے جو ان ربُ الارباب کی پرستش کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ درمیانہ درجہ جس سے معلوم ہو کہ انسان انسان ہے اور خدا خدا، عبد عبد ہے اور معبود معبود اور یہ کہ انسان کا ایک پہلو خدا سے اور دوسرا پہلو مخلوق سے ملا ہوا ہے۔ ظاہر نہ ہوا تا آنکہ ہادی برحق واصل حق اور شامل مخلوق نے صدائے "عبدہ ورسولہ" بلند کر کے دنیا کو اس حقیقت اصلی سے آشنا کیا اور انسان کو حضیض ذلت سے اوج عزت اور قعر اسفل سافلین سے معراج احسن تقویم پر سربلند کیا۔

ہو نہیں سکتا کہ "عبدہ ورسولہ" کے موجود ہوتے اصولاً پھر کبھی بے اعتدالیوں کا ارتکاب کیا جا سکے۔

تاریخ عالم میں ہم جن بزرگوں کو پاتے اور اُن کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نمونے یا تو بذات خود انسان کے لیے بحیثیت رہنما کارآمد نہ رہے یا اُن کے متبعین کی مبالغہ آمیزی سے۔

کرشن مہاراج اوتار تھے۔ بھگوت گیتا کا یہ ضرب المثل ارشاد مشہور انام ہے کہ جب دنیا میں خلاقی بنیادیں متزلزل ہو کر فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے تو خدا سے بلند و برتر اپنے آپ کو کسی بزرگ انسان کی شکل میں بھیجا کرتا ہے۔ فیضی ترجمہ فارسی بھگوت گیتا میں اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔

چو آئین دیں سست گردد بسے   نمایم خود را بشکل کسے

اور جہاں تک روحانیت کا تعلق ہے۔ فلسفہ وحدت وجود پیش کیا گیا ہے جس سے انفرادی زندگی نابود ہو جاتی اور تمام ذمہ داریوں سے انسان سبکدوش ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ نے اسرائیلیوں کو غلامی کی زندگی سے نکالنے اور

ان میں "اخلاق فاعلیہ" پیدا کرنے کے لیے غضب وغیظ کی طرف توجہ دلائی۔

حضرت بدھ نے جو بعد میں اوتار مانے گئے پہلا قدم بیوی اور بچہ کو چھوڑ کر رہبانیت کی طرف قدم اٹھایا اور جنگلوں میں گوشہ نشین ہو گئے جب تبلیغ شروع کی تو وہی ترک دنیا کرنے والوں اور بھکشوں کی جماعت بنائی۔ خود بھیک مانگی اور مریدوں کو بھی گداگری سکھائی۔ ترک خواہشات راس الفضائل تھی۔

حضرت عیسیٰ نے "اخلاق انفعالیہ" کا وعظ کہا اور پہاڑی خطبہ میں حلم ورافت کا وہ سبق پڑھایا جو عملی دنیا میں ناممکن العمل ہے۔

یہ چند نمونے ہیں مذہبیت اور اخلاقیت کے جو افراط وتفریط سے خالی نہیں نتیجہ یہ ہوا کہ بعض انسان ہوا میں قلعہ بناتے ہوئے آسمان پر جا بیٹھے اور بعض سوسائٹی کو چھوڑ کر غاروں میں جا چھپے سوسائٹی کے کام نہ آئے۔ مدنیت کو نقصان پہنچا۔

اب سرور عالم اور اسوہ حسنہ کی زندگی کو دیکھیے کہ کس سرگرمی سے روزانہ زندگی کے فرائض، انفرادی، خانگی، سیاسی اور مجلسی ادا کیے جاتے ہیں کہیں مسجد نبوی کی تعمیر اور کہیں خندق کھودتے، کپڑوں میں پیوند لگاتے اور بازار سے سودا سلف لاتے کہیں سپہ سالار ہیں اور کہیں قافلہ سالار اور کہیں فرائض روزمرہ میں تبلیغ رسالات اور اعلی نصب العین کی تحصیل یہ تھا وہ قابل تقلید نمونہ جس نے جماعت میں صدیقی ایثار، فاروقی حمیت عثمانی تقوی اور علوی شجاعت پیدا کی۔ آسمان پر بیٹھنے سے اور غار میں چھپنے سے اعلی فرائض انسانیت نہیں ادا کیے جا سکتے۔ آسمانیوں کو

انسان بننے کے لیے آسمان سے اُترنا اور راہبوں کو آدمیت حاصل کرنے کے لیے غار سے نکلنا چاہیے ورنہ نظام سوسائٹی درہم برہم ہوجائیگا یہ ہی متوسط نمونہ واصل حق اور شامل مخلوق کا۔ نماز جماعت کی تاکید ان آسمانی اور غاری دونوں قسم کی زندگیوں کی تردید کرتی ہے۔

جسم و جان دونوں کی خبرگیری کرنا چاہیے کہ صحیح جسم میں صحیح دل ہوتا ہے اعتدال قوی جسمانی اعتدال روحانیت پیدا کرتا ہے۔ اور اخلاقی زندگی کے لیے دونوں کی ضرورت ہے۔

سب سے اخیر مگر سب سے مقدم یہ نکتہ ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ اُمت وسطی کا اصل اعظم ہے "توحید،، توحید کا بیان مختلف پیرایوں اور بلیغ اسلوبوں میں کیا گیا ہے توحید کی ضد ہے "شرک،، توحید میں افراط ایک اعتبار سے ہے "وحدت الوجود" اس غلو نے کہ کائنات میں صرف ایک وجود ہے اور باقی وہم و خیال قوائے عمل شل کردیے۔ انسان ذمہ داریوں سے بری ہوگیا اور اخلاقی زندگی کے خون ناحق کا مجرم۔ یہ ہے توحید میں فلسفیانہ غلو۔ اور دوسری طرف تفریط ہے "اشیاء پرستی،، جو ابتدائی انسانوں میں بوجہ بیم و امید جاری تھی۔ غور کرو کہ ایک طرف فلسفیانہ بلند پروازی اور دوسری طرف جاہلانہ خاکساری نے دونوں کے ڈانڈے ملادیے ایک طرف ہے "ہمہ اوست،، اور دوسری طرف ہمہ معبود۔

پس قربان ہوجایے نبی کریم کے جنہوں نے خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کا عاقلانہ تصور دنیا و جہان کے سامنے پیش کیا " واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا" یہ ہیں معنی یکون الرسول علیکم شہیدا کے۔

قوم میں تین طبقہ ہوتے ہیں، امراء، متوسط اور غربا۔

امرا کا یہ حال ہے کہ "چو اندر نعمتی مغرور و غافل" اور غربا کی یہ حالت کہ

"چو اندر تنگدستی خستہ و ریش"

چو در سراء و ضرا حالت اینست — ندانم کے بحق پردازی از خویش

جب امرا اور غربا کی یہ حالت ہے تو باقی رہ گیا طبقہ متوسط۔ جو امرا کو سطح

انسانیت پر اتارتا ہے اور غربا کو سطح انسانیت کی طرف اُبھارتا ہے۔

طبقہ متوسط کے پیدا کرنے اور اس کے قیام کے لیے ارشاد ہے کہ دولت

اغنیا میں ہی چکر نہ لگاتی رہے۔ کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم

اور یہ بھی ارشاد ہے کہ انسان کو محنت کرنا چاہیئے لقد خلقنا

الانسان فی کبد۔ زکوٰۃ اہل نصاب پر لازم ہے تاکہ اشتراکیت قائم رہے۔ ایک طرف

سرمایہ دار آسمان پر نہ چڑھ جائیں اور دوسری طرف مزدوروں کی جماعت

پاؤں تلے نہ روندی جائے ہر ایک انسان اپنے وسیع یا محدود دائرہ میں اپنے

قوائے فطرتی کی نشوونما سے محروم نہ رہے۔

یونانی تباہ ہوئے کہ اُن میں غلاموں اور پیشہ وروں کی کوئی وقعت

نہ تھی۔ نظام ریاست میں اُنکو کوئی جگہ نہ دی گئی حقوق شہریت سے وہ لوگ محروم

تھے محض ایک آلہ کی حیثیت رکھتے تھے جن سے امرا اپنی حسب مرضی کام لیتے

تھے۔

رومانی تباہ ہوئے کہ انکے ہاں امرا اور غربا کے دو طبقے تھے۔ غربا کی

کوئی حیثیت تسلیم نہ کی گئی۔

یونانیوں اور رومانیوں نے جب مسیحیت قبول کی تو پھر پوپ پڑی کہ

بشپ اور درباریوں کی ایک جماعت اور اُن کے مقابلہ میں باقی تمام افراد ملک

کی وہی حیثیت تھی جو یونانیوں اور رومانیوں میں غلاموں اور پیشہ وروں کی

ہندوستان میں بھی یہی حالت تھی کہ کوئی پیدائشی آقا، اور کوئی پیدائشی "شودر"، طبقہ متوسط کا وجود نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ یہ قومیں تباہ ہوگئیں۔

قوم میں جو کام طبقہ متوسط کرتا ہے وہی کام اقوام میں "امت وسطیٰ" انجام دیتی ہے۔ قوم میں متوسط طبقہ شائستگی و تہذیب کا ضامن ہے اور قومیں "امت وسطیٰ" کے نمونے اور نظیرسے مہذب شائستہ بنتی ہیں۔

جب فرنگستان محاربات صلیبی میں "امت وسطیٰ" کے مقابلہ میں آیا تو اُن میں طبقہ متوسط نہ تھا، ایک طرف امرا جاگیردار تھے "فیوڈل سسٹم" نظام جاگیرداری اُن میں رائج تھا۔ دوسری طرف بیچارے غریب کاشتکار تھے جو جاگیرداروں کے قبضہ میں محض ایک آلہ کا کام دیتے تھے ان لڑائیوں میں جو اڑھائی سو سال تک ہوتی رہیں فرنگستان ناکام رہا مگر اس قدر کامیاب ہوگیا کہ "امت وسطیٰ" کے نمونہ پر اُن میں ایک طبقہ متوسط پیدا ہوا جس سے فیوڈل سسٹم نابود ہوگیا۔ اور "احیاء العلوم" (Renaacence) کی تحریک اٹلی اور مضافات اٹلی سے شروع ہوئی جس پر لوتھر کی "اصلاح" Reformation مذہبی کا آغاز ہوا اور بالآخر فرنگستان پوپ کے قبضہ اقتدار سے نکل گیا۔

ادھر ہندوستان میں "امت وسطیٰ" کے نمونے سے شینکرا اچاریہ راما نج، راما نند، بھگت کبیر شمالی ہند میں اور چیتن بنگال میں اور عین اس زمانہ میں جب لوتھر فرنگستان میں اصلاح مذہبی میں مصروف تھا پنجاب میں گرو نانک پیدا ہوئے۔

فرنگستان میں اندلس (ہسپانیہ) کا ہمسایہ تھا فرانس۔ فرانس نے

امت وسطی کے فیضان سے سب سے اول فرنگستان میں علم جمہوریت بلند کیا اور آزادی، مساوات، اور اخوت سے جو ہلامیوں کی خانہ زاد ہیں بہرہ مند ہوا۔ فرانسیسی زبان پر بھی عربیت نے اثر ڈالا اور فرانسیسی زبان فرنگستان میں شیریں کہلائی۔

ادھر ایران جو کلیتاً مشرف باسلام ہوا ایشیا میں اس کی زبان عربیت کے اختلاط سے سب زبانوں میں شیریں ٹھیری مجوسی جنہوں نے اسلام قبول کیا انکی اولاد میں علماء و فضلا اور ائمہ کا ایک لمبا سلسلہ جاری ہوا۔ جن کے کارنامے ابدالآباد خراج تحسین وصول کرتے رہیں گے۔

یہ ہیں معنی شہداء علی الناس،، کے۔

سب سے آخر مگر سب سے مقدم یہ یاد رہے کہ جسم میں اعتدال قیام صحت ہے اور روح میں اعتدال راحت ہے۔ یہی وہ اعتدال یا توسط ہے جس پر صحت جسمانی اور روحانی مبنی ہے اور یہی وہ اعتدال و توسط ہے جس پر اسلامی تعلیم میں بڑا زور دیا گیا ہے۔

بگذشت در میانہ روی عمر ما تمام ما از پل صراط ہمیں جا گزشتہ ایم

تصوریت اور مادیت کے بین بین "امت وسطی" نے روحانیت کا تسلط قائم کرتے ہوئے جسمانیت کو یکسر فنا نہیں کیا۔ ہاں عالم اخلاق میں خودغرضانہ جذبات کو عدالت کے ماتحت کرکے ان میں وہ ایثار اور اخلاص پیدا کیا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

اب ہم "امت وسطی"، کی خصوصیت حکما کے نظام اخلاقیات کی بنا پر جلد سمجھنے میں اور دکھلاتے ہیں کہ اس بارہ میں بھی "امت وسطے"، کا نظام اخلاق مطابق فطرت در سب نظامات سے اول درجہ پر ہے۔

قدما میں سقراط "افادی" تھا افعال کا حسن و قبح فائدہ کے لحاظ سے دیکھا جاتا تھا اخلاص ورزش کی قطعیت کا خواہ فائدہ ہو یا نقصان اس کے نظام میں دخل نہ تھا اس کے جانشینوں میں افلاطون جو "اشراقیین" کا سرگروہ ہے تصوریت (آئیڈل ازم) کا دلدادہ تھا جس کے نمونے پر اشراقیت جدید پیدا ہوئی جو رہبانیت کا مولد و منشا ہے۔

ارسطو جو "مشائین" کا قافلہ سالار ہے "افادی" اور "عقلیت" کا واضع ہے۔

زینو جو حکما، رواقیین کا اب الآبا ہے ادراک میں غالی اور جذبات کشی کا منادی تھا۔ رواقیین میں جو خشک زاہد ہوئے وہ کلبیین کہلائے۔

زینو کے تھوڑے عرصہ بعد اپیکورس پیدا ہوا جس نے جذبات پروری کو ترقی دی اس کے متبعین لذیین کہلائے۔

ہندوستان میں بدھ اور بدھ کے پیرو "کلبیین" کا نمونہ ہیں اور وام مارگی ہندمیں اور مزدک ایران میں "لذیین" کے قدم بقدم چلتے ہیں۔

رومانیوں میں رواقیین اور لذیین دونوں قسم کے حکما پیدا ہوئے اور جب یونانی اور رومانی عیسائی ہوگئے تو ان میں مصریوں کی اشراقیت جدید اور "رواقیین" کی کلبیت نے نفوذ کیا چنانچہ عہد پاپائی میں رہبانیت "یعنی جذبات کشی ام الفضائل قرار پائی۔ یہی وہ نمونہ ہے جو ہندوستان میں یوگیوں اور ویدانتیوں کی شکل میں جا بجا دیکھنے میں آتا ہے۔

ان نظامات اخلاق میں کہیں ادراک یعنی جذبات کشی کا غلو ہے اور کہیں جذبات پروری راس الفضائل ہے افراط و تفریط کا دور دورہ ہے۔ وجہ کیا ہے کہ ان بزرگواروں میں (اپنی اپنی رجحان طبائع کے مطابق) کسی نے ادراک

کا پتہ بیمار ہی کر دیا اور کسی نے جذبات کا۔ یہ نہ سمجھا کہ فطرت انسانی مرکب ہے ادراک و جذبات دونوں سے جسم بھی ہے جان بھی ہے خواہشات بھی ہیں نفرت بھی ہے اور محبت بھی۔

اللہ اکبر یہ شرف خاتم انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصے میں آیا کہ

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ

فطرت اللہ میں نہیں تبدیل سنت اللہ میں نہیں تحویل

لا تجد لسنۃ اللہ تحویلا

اخلاق کی بنیاد فطرت انسانی پر رکھی اور ادراک و جذبات دونوں کی تعدیل سے وہ نظام اخلاق مرتب کیا جو دنیا کی رہنمائی کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

ایمان یا فرض شناسی کے ساتھ ساتھ وہ قطعیت ہے جس سے وجوب عمل پیدا ہوا عام اس سے کہ اس عمل پیرائی میں نفع ہو یا نقصان۔ یہ ہیں معنی آمنوا وعملوا الصالحات کے۔

سیاست کیا ہے۔ سوسائٹی کے اخلاق کی قانونی شکل۔ اقتصاد کیا ہے انسانی اخلاق کی صورت جبکہ وہ حیوانی جبلت سے جدا کر کے دیکھا جائے معاشرت حسنہ کیا ہے وہی سوسائٹی کے اخلاق کی تصویر۔ رواج اور کسی قوم کا دستور العمل یہی اس کے اخلاق کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

اخلاق فاضلہ کیا ہیں؟ وہی جنکا عدالت سرچشمہ ہے بس امت وسطی جو عدل کی محل ہے سب امتوں سے افضل اور اکرم ہے اس کا تمدن سب تمدنوں پر غالب آیا مفتوحہ حیثیت میں بھی اس نے چنگیز خانیوں کو اپنے اندر جذب کر لیا یہ ہے وجہ تسمیہ امت وسطی۔ اب آثار دھندلے سے ہیں

گراز ماست کہ بر ماست ۵

نہ قاعدہ میں نہ ہیں قائم نہ ساجد میں نہ ہیں راکع
نہ سر اندازیاں باقی نہ سر افرازیاں باقی

جمود عام ہے طاری نہیں تیزی دماغوں میں
نہ دل میں نرمیاں باقی نہ خونوں میں گرمیاں باقی

مایوسی کو اسلام میں کوئی جگہ نہیں دی گئی

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

"امت وسطیٰ" کا ایک ہی خدا رب العالمین، ایک ہی کتاب ذکر للعالمین ایک ہی رسول رحمۃ للعالمین اور ایک ہی قبلہ مرجع للعالمین ایسی امت جس کے عناصر ترکیبی ایک لازوال مقناطیسی جذب اپنے اندر رکھتے ہوں اور جس کی جڑیں فطرت انسانی کی تہ میں نصب ہوں جب تک انسان دنیا میں ہے نہیں مٹ سکتی۔

(۷)

امت وسطیٰ کو اعتدال کی تعلیم

کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین
لا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ

امر تھا بالعدل و الاحسان شہ ستودہ خصال — اور تحریض ایتاء ذی القربیٰ کی وہ قربانیاں
تھی نہ جن قربانیوں کی روئے دنیا پر نظیر — مال کیا اولاد و جان تک بھی تھی نذر حق یہاں
ناہی منکر تھی اگر نہی عن المنکر کیا ہی خوب — تھم عزت عمر عدل الاحسان ہو تھا یاں

مظہر معروف و منکر ہیں جہاں میں عدل و ظلم امر عدل و نہی میں ہے ظلم کی امن و اماں

امر و نہی سلطنت مبنی تھا جب قرآن پر
کون ہو سکتا تھا پھر دنیا میں اپنا ہمعناں

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ کیا تعلیم تھی جس نے "اخلاقی انتشار" سے "اخلاقی توازن" پیدا کیا۔ انفرادی ذمہ داری پیدا کی اور اس پر اخلاق فاضلہ کی بنیادیں قائم کیں۔

یونانیوں میں "فرد" کی ریاست سے الگ کوئی شخصیت نہ تھی اُن کے ہاں اخلاقی زندگی اور شہری زندگی دونوں مترادف تھیں۔ غلاموں صناعوں اور حرفکاروں کا وجود محض اس لیے تھا کہ وہ ریاست میں ایک آلہ کا کام دیں اور اُنکے ساتھ عورات بھی ملکی حقوق سے محروم تھیں جیسے دیگر حیوانات سے کام لیا جاتا تھا ویسا ہی سلوک غلاموں اور پیشہ وروں کے ساتھ کیا جاتا تھا افلاطون اور ارسطو اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔ کمزور اولاد قتل کی جاتی تھی چوری بھی سپارٹا والوں میں جائز تھی کہ دولت یکجا جمع نہ ہو جائے اور مردانہ صفات معدوم نہ ہو جائیں۔

رومانیوں کے ہاں "فرد" خاندان میں باپ کے سامنے کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ وہ پدرانہ حکومت میں (پیٹری آرکل گورنمنٹ) ایک چیز یا شے کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ باپ جس طرح چاہے اُسے استعمال کرے، غلاموں اور عورتوں کی حالت بعینہ یونانیوں جیسی تھی۔

ہندوؤں میں مشترکہ خاندان کا رواج تھا اور کم و بیش کرتا خاندان وہی اختیارات استعمال کرتا تھا جو روما میں باپ۔

یہودیوں کی نظر میں غیر یہودیوں کی کوئی وقعت نہ تھی وہ کہتے تھے
نحن ابناء اللہ واحباءہ ہمارے سوا ساری دنیا جہنم ہے ان کی بھی ایک
جماعت تھی اور فرد کا الگ وجود تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ ادعا یہ تھا کہ وہ ساری دنیا پر
غالب آئیں گے۔

جب یونانی اور رومانیوں نے مسیحی مذہب قبول کیا تو ہم کیا دیکھتے
ہیں کہ پاپائی اقتدار کے دور میں "پیٹری آرک" پوپ کے ماتحت ایک مطلق
العنان شخص ہے جس کے ہاتھ میں سیاہ و سفید کی باگ ہے پادریوں اور راہبوں
کے سوا تمام دنیا انکے مفاد کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

عرب میں جاہلیت کا عہد "شیخ قبیلہ" اور اس کے آگے تمام ممبران قبیلہ
کم و بیش وہی حیثیت رکھتے تھے جو دیگر اقوام میں سردار قبیلہ کے سامنے باقی
ممبران خاندان کی تھی۔

یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ فرد کی علیحدہ شخصیت تسلیم کی گئی۔
"علیکم انفسکم" "لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" "من عمل فلنفسہ ومن اساء فعلیہ"
فرد کو ذمہ دار قرار دیا گیا۔ جلال افراد بڑھا اور ہر ایک شخص اپنے وسیع
یا محدود دائرہ میں شریک جمہوریت کیا گیا" وامرہم شوریٰ بینہم" ۔ ارشاد ہے
"وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ"

جب "فرد" اس رتبہ پر فائز ہو گیا اور "اہلیت" کا سہرا اسکے سر باندھا
گیا تو معلوم ہوا کہ دنیا میں اخلاقی انتشار کیوں ہے کیوں فتنہ و فساد برپا ہے
انسان کیوں تنگدل اور تنگ خیال ہیں، ایک قوم دوسری قوم کو کیوں ملیچھ
وحشی یا عجمی کا خطاب دیتی ہے

کھل گیا کہ اسی انتشار کی تہ میں مفصلہ ذیل اسباب کام کر رہے ہیں۔

تعصبات مذہبی، تعصبات ملکی و وطنی، تعصبات علمی، تعصبات حسبی و نسبی اور تعصبات معاشرتی اور ان سب کی جڑ عدم مسالمت یا عدم رواداری ہے۔ ان تعصبات کو دور کرنے کے لیے اور روئے زمین پر رواداری کا تسلط قائم کرنے کے لیے افراد میں "قوت ارادی"، کی توسیع وسعت نظر کشادہ دلی اور وسیع المشربی کی ضرورت ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ رحمۃ للعالمین کا مزاج مبارک ابتدائے طفولیت سے ہمدردانہ واقع ہوا۔ یہی وہ جذبہ تھا جس نے حلف الفضول ایسی انجمن قائم کرائی اور یہ وہی انجمن تھی جس نے حاجیوں کے متعلق حجاز کو امن و امان کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔

ہمیں معلوم ہے کہ اُن کی فطرت ایسی بلند واقع ہوئی تھی کہ وہ ہر ایک چیز کو جس سے ہمدردی کا دائرہ وسیع ہو جائے پسند فرماتے تھے۔ اور ہر ایک چیز کو جس سے ہمدردی اور مواسات کم ہو جائے یا کم ہو جانے کا احتمال تھا بنظر استحقار دیکھتے اور ناپسند فرماتے۔

ہمدردیوں کو وسعت دینے کے لیے اور تعصبات کو دور کرنے کے لیے ضرورت ہے اس بات کی کہ ایک فرد یا شخص کا عقیدہ یا یقین، یا ایک جماعت یا قوم کا عقیدہ یا یقین نہ دوسرے افراد یا اشخاص کی یا جماعت یا قوم کی جیسی کہ صورت ہو عقائد اور تقینیات کے ساتھ مصالحانہ اور مسامحانہ انداز اختیار کرے۔ اس صلحکارانہ برتاؤ سے فریقانہ تعصبات اور مخاصمانہ تنازعات دور ہو جائیں باہمی تفہیم و تفہم سے ایک معتدل راستہ نکلے جس پر اشخاص اور اقوام گامزن ہوں۔ تربیت نفس اعلیٰ پیمانہ پر قائم ہو۔ اور اس سے انسانیت کی تربیت کی جائے۔ اس کو رونق دی جائے

ابھارا جائے، چمکایا جائے اور بالآخر یہاں تک پہنچایا جائے کہ ایک انسان اپنے ہمسایہ انسان کے اور ایک قوم دوسری قوم کے قالب میں ڈھل جائے دوسرے کا نقصان اپنا نقصان معلوم ہو۔

پیوستہ است سلسلہ موجہا بہم — خود را شکست ہر کہ دل ما شکستہ است

آزادی، مساوات اور اخوت، "رواداری" کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔ آؤ اب دیکھیں عدم رواداری اور تعصبات کس طرح دور کیے گئے اور اُن کی جگہ وسیع الخیالی اور وسیع المشربی کیونکر پیدا ہوئی۔ طبیعتوں میں فیاضی اور دلوں میں خلوص کیونکر پیدا ہوا کہ اعدا، یکدگر اعضا، یکدگر بن گئے۔

اب ہم سلسلہ وار تعصبات کو لیتے ہیں اور ان کے ازالہ و دفیعہ پر اسلامی تعلیم سے استناد کرتے ہیں۔

---

(۱) تعصبات مذہبی

کہا گیا ہے اور شاید صحیح بھی ہے کہ دنیا میں سب مظالم مذہب کے نام پر توڑے گئے ہیں وجہ یہ ہے کہ عقائد کے اختلاف کے علاوہ نجات اور بزرگوں کی تعظیم و تکریم کے بارے میں باہم مخاصمت اور منازعت جاری اور منافرت اور معاندت کا بازار گرم تھا۔ رہبر اعظم شہنشاہ امن و امان صلوات اللہ علیہ نے ان کا یوں سد باب کیا۔

وسعت دین "ان الحکم الا للہ، امر الا تعبدوا الا ایاہ ذالک دین القیمہ ولکن اکثر الناس" (یوسف)

دنیا میں خدا کی حکومت ہے اور حاکم کا حکم یہ ہے کہ اسی ایک وحدہ لاشریک لہ کی پرستش کرو۔ یہ ہے دین قیم لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت

کو نہیں سمجھتے۔

ایک خدا کے ماننے والوں کو کہا گیا یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اے اہل کتاب ہم ایک کلمہ پر جو تمہارے اور ہمارے ہاں یکساں ہی متفق ہو جائیں کہ ہم ایک خدا کی پرستش کریں اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھرائیں اور یہ کہ ہم میں کوئی کسی کو سوائے خدا کے ارباب نہ قرار دے۔

کافروں تک کو سورۂ کافرون میں کہہ دیا گیا کہ "لکم دینکم ولی دین" سورۂ کافرون رواداری کی اعلےٰ مثال ہی

اسلام شرک سے سخت بیزار ہی مگر ارشاد ہی کہ مسلمانوں تم مشرکوں کے بتوں کو برا نہ کہو کہ وہ تمہارے معبود کو برا کہیں گے۔

مشرکوں سے بھی حسن سلوک کی ہدائت ہی۔ تیرے والدین اگر مشرک ہیں تاہم اُن کی اطاعت کر لیکن اگر وہ تجھے مشرک بنانا چاہیں تو "فلا تطعہما" اُن کی اطاعت نہ کر۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" دین میں اکراہ نہیں ہدائت گمرہی سے متمیز ہو گئی۔ یہ مدنی ارشاد ہی جب تسلط اسلام قائم ہو چکا تھا۔ کسی کو جبراً مسلمان نہ بناؤ۔ صداقت اپنے اصلی جوہر کی وجہ سے ضلالت سے ممتاز نظر آئے گی۔

نجات عام اور دین وسیع ہی "ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون"۔

نجات عام کسی خاص گروہ سے مخصوص نہیں

ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصاریٰ والصابئین من آمن باللہ

والیوم الاخر وعمل صالحاً لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون،، مسلمان یہودی، نصرانی اور صابی جو خدا پر اور قیامت پر ایمان لائے اور اعمال نیک کیے نجات پائیں گے یہ آیہ کریمہ قرآن کریم میں تھوڑے تھوڑے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ کئی جگہ آئی ہے۔

اگلے سب صحیفوں اور سب کتابوں کی تصدیق فرمائی جو اُن انبیا پر جنکے نام لیے گئے اور نیز " ما اوتی النبیون،، کہکر ان سب پیغمبروں کو بھی شامل کر دیا گیا۔ جن کے نام نہیں لیے گئے اور اخیر میں ارشاد ہے " لانفرق بین احدٍ منھم "

اور ایسا ہی سب نبیوں کی جن کے نام گنائے اور جنکے نام نہیں لیے تصدیق فرمائی۔ اور ارشاد ہوا کہ کوئی امت روئے زمین پر ایسی نہیں جس میں نذیر یعنی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

وان من امة الا خلا فیھا نذیر

اور جس کی طرف ہادی یعنی پیغمبر نہ بھیجا گیا ہو" ولکل قوم ہاد،، سے

تازہ ہوتی ہے دل یہ ہے ارشاد	پڑھیں مسلم لکلّ قومٍ ہاد
یہی اسلام کی ہے سیدھی راہ	کہ نہیں دین میں کوئی اکراہ

ارشاد ہے" لہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرہاً" اسلام فطرت ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اُس سے منکر ہوئے اسلام قبول کرنا پڑے گا خواہ طوعاً و کرہاً کسی نے خوب کہا ہے ع۔

کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

دین مسلم ہے اس قدر واسع	فطرت اللہ ہے جس قدر واسع
دین اسلام فطرت اللہ ہے	کیوں نہ کہدوں کہ سیرت اللہ ہے

سب دنیا مسلم ہے مگر افسوس ہے کہ ابھی تک بیشتر حصہ ناشکر گزار مسلم ہے۔ شکر گزار کہلائیں گے جب رسول اکرم پر ایمان لائیں گے۔

وسیع المشربی کی حد ہو گئی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کے معابد اور منادر کی حفاظت کو مسجدوں کی حفاظت پر مقدم رکھا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اگر خدائے قادر و قدیم ایک قوم کو دوسری قوم کی مقابلہ میں غالب نہ کرتا اور اندفاع ظالمین کے ذریعے امن قائم نہ کرتا تو یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر اقوام کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں گرا دی جاتیں۔

"لھدمت صوامع وبیع الخ"

(ب) تعصبات ملکی و وطنی، حسبی و نسبی

ان تعصبات کا مختصر تذکرہ ہم کہیں اوپر کر آئے ہیں کہ اسلام کی قومیت وطن اور نسلی امتیازات کو اپنے اندر کوئی جگہ نہیں دیتی حسبی اور نسبی امتیازات تو قطعاً مٹا دیئے گئے ہاں "حب وطن" کے مفہوم میں اس قدر توسیع کر دی ہے کہ اسے "غائت" نہیں سمجھا صرف عالمگیر انسانیت کے حصول کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ بخلاف امم سابقہ کے کہ وہ حب وطن کو ایک "غائت" اور راس الفضائل سمجھتی تھیں۔

زمانہ قدیم میں سقراط ایک ایسا بزرگ تھا جو یہ کہا کرتا تھا کہ اس کا وطن یونان نہیں بلکہ ساری دنیا ہے مگر اس حکیم کو اس جرم کی پاداش میں عدالت کے فتویٰ سے زہر دیا گیا۔ افلاطون غلاموں اور حرفتکاروں کو سوسائیٹی اور سیاست میں کوئی حصہ نہیں دیتا اور شعراء کو ملک بدر کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے نصاب تعلیم میں غریبوں کے بچوں کے لیے کوئی جگہ نہیں نکالی۔

اس کے بعد ارسطو تو اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کا سارا نظام اخلاق اس امر پر مبنی ہے کہ یونانی اور غیر یونانی میں تفریق کی جائے۔ غیر ملکیوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے جو حیوانات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پروفیسر لیکی اپنی کتاب اخلاق یورپ میں بیان کرتے ہیں کہ جب یونان میں تنگ دلی اور تعصب وطنی کا یہ عالم تھا ایک فلاسفر اس جرم میں جلا وطن کیا گیا کہ وہ کہتا تھا کہ اس کی ہمدردیوں کا حلقہ یونان تک محدود نہیں بلکہ ساری دنیا پر محیط ہے۔

رومانی بھی یونانیوں کی طرح تمام غیر ملکیوں کو وحشی کہتے تھے یونانیوں میں "خواص"، رومانیوں میں "امرا" کا وہی درجہ تھا جو ہندوؤں میں برہمنوں کا۔

یونانیوں اور رومانیوں کی ملکی تاریخ ایک طویل داستان ہے خواص اور عوام کے تنازعات کی۔ یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں کبھی متحد نہ ہوئیں سوائے ایک دفعہ کے کہ جب انھوں نے ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔

ایتھنز اور سپارٹا میں وقتاً فوقتاً اسی طرح خانہ جنگیاں ہوتی رہیں جیسا کہ ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی راجدھانیوں میں دولت مند اور مفلسوں اور قرضخواہوں اور مقروضوں میں فسادات برپا رہے مقنن سولن نے اُنکی اصلاح کرنا چاہی مگر اُس کی وفات پر پھر وہی جھگڑے عود کر آئے۔

حب وطن سے متعلق یاد رہے کہ "غرض" ہر ایک انسان میں موجود ہے اس سے کوئی فرد بشر خالی نہیں "غرض" کو حاصل کرنا چاہیے مگر اس طور پر کہ دوسروں کی حق تلفی نہ ہو۔ اگر ایک شخص اپنی غرض حاصل کرنے کے لیے انصاف کو ملحوظ نہ رکھے اور دوسروں کو نقصان پہنچائے تو ایسی حصول غرض کو "خود غرضی" کہا جائیگا جسے مذموم قرار دیا گیا ہے۔

یہی خود غرضی جب افراد سے گذر کر قومیت تک چلی جاتی ہے تو اس کا نام

عرفِ عام میں "حبِّ وطن" رکھا جاتا ہے۔ فرد کی حالت میں جب ہم نے دوسرے شخص کی حق تلفی کی تھی تو یہ ایک معیوب ورمذموم چیز سمجھی گئی مگر جب قوم "حبِّ وطن" کے نشہ میں سرشار ہو کر دوسری قوم کو تباہ کر دیتی ہے تو اسے مستحسن سمجھا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں اس مفہوم کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ شخص کی حالت میں جس چیز کا نام ہم نے "خود غرضی" رکھا تھا وہی چیز قوم کی حالت میں "حب وطن" بن گئی۔ گویا خود غرضی کا دوسرا نام حب وطن ہے

ہمیں معلوم ہے کہ ملک ملک کے مقابلہ میں اور قومیں قوموں کے مقابلہ میں آئیں، اور اس قدر خونریزیاں، سفاکیاں اور بیرحمیاں کی گئی کہ جنکے تصور کرنے سے انسان وحشی اور قومیں درندہ معلوم ہوتی ہیں۔

اسلام وطن پرستی کا مخالف نہیں وہ اسی صورت میں "وطنیت" کی مخالفت کرتا ہے جبکہ عدل و انصاف سے کام نہ لیا جائے۔

افراد میں مقابلہ بھی ہے اور اشتراک عمل بھی۔ محبت و ہمدردی بھی ہے اور نفرت اور رقابت بھی۔ ترقی کے لیے باہمی مقابلہ اور تعامل کی ضرورت ہے اور ضروری ہے کہ اس مقابلہ میں اہل نااہل پر غالب آئے۔

لیکن حضورؐ کی تعلیم اور امت وسطیٰ کا دستور العمل یہ ہے کہ مقابلہ عادلانہ اور کریمانہ ہونا چاہیے۔ یہ ہمیشہ ملحوظ رہے کہ ہم اپنے ملک و وطن کی خدمت کرنے میں "انسانیت عامہ" کی خدمت کر رہے ہیں اور صحیح معنوں میں یہ فرض خدمت ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے ملک کی خدمت میں "عالمگیر انسانیت" کی خدمت مضمر نہ ہو۔

اسلام نے "حب وطن" کے پرانے نقطہ نظر کو اسی عدل کے تحت لاکر اس درجہ وسیع کر دیا اور "حب اللہ" کے ماتحت اسے ایسا عالمگیر بنادیا

کہ یہی "حب وطن" ساری دنیا کی قوموں میں "انسانیت عامہ" حاصل کرنے کے لیے قائم مقام ہو گئی۔

یہ وہ نقطہ دقیق ہے جہاں حب وطن اور حب اللہ کے ڈانڈے مل جاتے ہیں۔ اور دین قیم کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ یہ مفہوم نظم میں میں نے ایک دفعہ یوں بیان کیا تھا۔

ہندی ہیں یا رومی ہیں کہ یونانی — سب ہیں قید وطن کے زندانی
خود غرض میں ہے حب شخصیت — قوم پرور میں حب قومیت
شخصی ہے حب ما و من — حب قومی کا نام "حب وطن"
حب قومی کا پر خطر منظر — جس کا جنگ فرنگ ہے مظہر
شخصی دل تنگ قوم تنگ خیال — ایک کرتا ہے ایک کو پامال
دل شکن جنگ کے ہیں نظارے — بندگان غرض ہیں سارے
الغرض حب شخص و حب وطن — نوع انساں کے ہیں یہ دو دشمن
حب دنیا ہے ان دونوں کا — ظلم و بیداد کام دونوں کا
حب دنیا ہے دونوں کی محبوب — طلب جاہ دونوں کی مطلوب
تھی یہ حب شخص یا تھی "خود غرضی" — قوم میں جا کے ہو گئی "نیشنلٹی"[1]
آہ یہ ظلم آہ یہ بیداد — ایک آباد دوسرا برباد

تابع عدل دونوں ہیں محمود
تابع ظلم دونوں ہیں مردود

ہو گر ان دونوں جذبوں میں تعدیل — پھر تو ہو جائے دین کی تکمیل
درد آپس کے ہم بٹاتے ہیں — دور جور و ستم ہو جاتے ہیں
دونوں جذبوں میں کرتے ہیں تعدیل — دین قیم کی ہوتی ہے تکمیل

[1] پیٹری آٹ ازم (حب وطن)

آتا ہے دور وحدت انساں | [illegible] اختلاف ادیان و آں
نورِ حق کا ظہور ہوتا ہے | [illegible] ہوتا ہے
چین ہے مصر ہے کہ ایران ہے | [illegible] یا پاکستان ہو کر
سکۂ وحدت کا اب بٹھاتے ہیں | [illegible] و [illegible] اٹھاتے ہیں
نہ دشمن ملک ہے نہ قید نسب | جھکے درگاہ ذوالجلال میں سب
پُرحکم ہے یہ آخری پیغام | "حب اللہ" کا نام ہے اسلام
"حب اللہ" بدایتِ اسلام | "حب اللہ" نہایت اسلام
حب اللہ حب آدم ہے | حب آدم فروغ عالم ہے
ہے یہی ایک مقصد اسلام | پہلے دنیا میں اک خدا کا نام
ہے وہی ایک مبدء اعظم | بھائی بھائی ہیں سب بنی آدم
بھائیوں بھائیوں میں الفت ہو | عفو ہو رحم ہو محبت ہو
رحم و انصاف ہیں یہ دو جذبات | جن پہ مبنی نظام مخلوقات
گر نہیں عدل و رحم حیواں ہیں | ننگ آدم ہیں ننگ انساں ہیں
حب اللہ و حب پیغمبر | دین و دنیا میں ہیں یہ دو رہبر

طلب حق چلن ہے مسلم کا
دل مسلم وطن ہے مسلم کا

ذمیوں اور بین الاقوامی معاہدات اور سیاسی تعلقات میں معتدلانہ برتاؤ کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

(ج) تعصبات علمی

زمانہ قدیم میں تعلیم عام نہ تھی۔ ایران یونان و [illegible] میں جو حالت تھی اس کا ذکر ہم کر آئے ہیں کہ تعلیم خواص کے حصے میں آئی تھی اور عوام کو تعلیم حاصل

کرنے کی ممانعت تھی ہندوؤں میں اچھوت فرقے اور شودر تعلیم کا تو کیا ذکر ویدوں کے سننے سے بھی محروم تھے۔

جب دنیا میں مسیحیت پھیلی ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی پھیل گیا کہ حضرت آدم نے "درخت علم" کا پھل کھایا اور حوّا نے کھلایا اور وہ جنت سے نکالے گئے پھر کیا تھا عورتیں بے روح تصور کی گئیں اور تعلیم کی سخت ممانعت سولھویں صدی عیسوی کے آغاز تک اسی عقیدہ پر عمل درآمد رہا تا آنکہ لوتھر کی اصلاح شروع ہوئی۔

بہت سے علما، اور بہت سے حکما اور فلاسفہ قتل کیے گئے تفصیل موجب تطویل ہے۔ اسلام آیا اور تعلیم کو اپنے ساتھ لایا "رب زدنی علما" آیہ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ" حدیث قرآن کریم اور احادیث میں علم کی فضیلت اور بمصداق "تخلقوا باخلاق اللہ" تعلیم واجب ہے۔

رب اسلام ہے علیم وحکیم — کیوں نہ مسلم پہ فرض ہو تعلیم
"اطلبوا" التجائے مسلم ہے — "رب زدنی" دعائے مسلم ہے
تھی یہ اسلامیوں کی فیروزی — علم وحکمت سے بہرہ اندوزی

ہے زمانہ کو یہ حقیقت یاد۔
کہ تھا مسلم جہان کا اُستاد

یہ اُستادانہ حیثیت بوجہ اس کے کہ مکہ معظمہ دنیا کا مرکز ہے۔ صدیوں تک مشرق اور مغرب میں اسلامیوں کو حاصل رہی۔ بغداد، قرطبہ اور سمرقند کی یونیورسٹیوں نے علم وفضل کے دریا بہائے جس سے مشرق ومغرب سیراب ہوا اور تہذیب وشائستگی امت وسطے کے نمونے پر دنیا، وجہان میں پھیلی، یہ سلسلہ لمبا ہے اتنا کہدینا کافی ہے کہ اسلامیوں نے علم وحکمت کو مسلم

کی گم شدہ دولت قرار دیا جہاں سے ملے لے لو۔ اس حکمت کی روشنی ایشیا اور یورپ کی دولت

کو بڑی فیاضی سے دنیا والوں میں تقسیم کیا۔ اگر مسلمان نہ ہوتے تو افلاطون اور

ارسطو کا نام آج دنیا میں نہ ہوتا۔ یہ اسلامی علمی بے تعصبی تھی کہ ارسطو

اپنی علمی تاریخ میں معلم اول کے معزز خطاب سے ممتاز ہوا۔ آج تک مسلمانوں کے

علمی عہد کے ذریعہ یورپ میں مشہور ہوا اور نام چمکا۔

(۲) تعلیمات معاشرتی

اسلامیوں میں کوئی چھوت نہیں کوئی اچھوت نہیں کوئی عورت [illegible] داخل نہیں

مساوات اخوت کی تعلیم حضور نے بت پرستوں، یہودیوں اور عیسائیوں کو [illegible]

جگہ دی۔ ہر قوم کا پکا ہوا کھانا، اہل کتاب کا طعام جائز قرار دیا۔ غیر

مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور [illegible] کی ہدایت [illegible]

"قولوا للناس حسنا" "واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما واذا مروا باللغو مروا کراما"

قرآن کریم میں جا بجا حسن معاشرت کی تاکید ہے

خلفاء عباسیہ کے بقول [illegible] عباسیوں کی ترقی [illegible]

یہی وہ معتدلانہ تعلیم ہے جس نے نظام قوم میں ہر ایک فرد سے اعضاء

جسمانی کی طرح قیام قومیت میں مخصوص خدمات لیں [illegible]

کی محنت اور [illegible] معاشرہ [illegible]

میں معاون ہوئی۔

یہی وہ فیاضانہ تعلیم ہے جس نے افراد میں "اہلیت" اور قوم میں

"جمعیت" پیدا کی۔

یہی وہ مبارک اور عاقلانہ تعلیم ہے جس نے زندگی کے ہر شعبہ سے

متعلق خواہ وہ مذہبی ہو یا ملکی یا معاشرتی رجحانات اور میلانات کو زیر

نظر رکھتے ہوئے "قوت ارادی" کو وسعت دی اور باہمی تفہیم و تفہّم سے ماحول کو خوشگوار بنایا پھر اس "اندروں" اور اس "بیروں" نے انسان کو انسان سے قوم کو قوم سے اور قوموں کو قوموں سے اس طرح پر ملایا کہ منافرت، کشیدگی اور باہمی استحقار دور ہوا۔ وہ وقت دور نہیں کہ جب دنیا کی انسانیت متحدہ کی سطح ہموار سے ہم یہ دلنواز ترانہ سنیں گے

بعد زیں نور بآفاق دہیم از دل خویش   کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

یہ اصول میں اتحاد، فروع میں آزادی اور معاشرت میں رواداری کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی جو رہبر اعظم کے طفیل اسلامیوں کے حصہ میں آئی اور اُن کی وساطت سے جہانیوں میں پھیلی۔

بعض متعصب مورخوں نے یہ بہتان عظیم اسلام کے سر تھوپا ہے کہ وہ بزور شمشیر پھیلا۔ ہم پوچھتے ہیں، چنگیز خانی کیوں مسلمان ہوگئے، چین میں جہاں مسلمانوں نے ایک دن بھی حکومت نہیں کی کیوں ساری دنیا سے زیادہ مسلمان ہیں اسکا جواب واقعات کی روشنی میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ شمشیر تھی۔ عدالت و انصاف کی۔ صداقت و راستبازی کی اور اس اعلیٰ اور ارفع نظام اخلاق کی جو اعمال کے ذریعہ دلوں کو آناً فاناً مسخر کر لیتا ہے۔

عدل سے صلہ رحم مودت قربیٰ محبت جوار، مراعات شہر اور معاشرت بلاد کیونکر مترتب ہوئی۔ اور عدل نے فیاضی اور ایثار کی صورت کس طرح قبول کی یہ وہ حقائق ہیں جو آیۂ کریمہ "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ" پر غور کرنے سے بآسانی معلوم ہوسکتے ہیں ہم یہاں اعتدال اور میانہ روی سے متعلق چند اشارات پر اکتفا کرتے ہیں۔

"تحکموا بین الناس بالعدل" اس آیت شریفہ میں بین الناس پر زور دیا گیا ہے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ بین المسلمین نہیں بلکہ بین الناس ہونا چاہیئے۔

"کلوا واشربوا ولا تسرفوا" کھاؤ پیو اور اسراف یعنی بے اعتدالی نہ کرو "ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا" بخیلی کرو اور نہ پرلے درجے کا اسراف ورنہ ملوم اور محسور ٹھہروگے ملامت اور حسرت انجام ہوگا "ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا"۔ رفتار میں میانہ روی "ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیلا"۔ نماز نہ بلند آواز پڑھو اور خفیہ آواز سے بلکہ بین بین سبیل اختیار کرو۔

غرضکہ میانہ روی کے متعلق قرآن حکیم میں جابجا تصریحات موجود ہیں اعتدال اور میانہ روی امت وسطے کا طغرائے امتیاز ہے۔ ابن یمین

اوسط کار ہا نگہ میدار ۔۔۔ نہ ضعیفی و نے تہور کن
نہ چو طاؤس مجلس آرا شو ۔۔۔ نہ بویراں وطن چو کلنگ کن

بشنو از من تا نماکم ومعیشت راہ راست ۔۔۔ سنت ابن یمین باید بجا آوردنت
از در افراط واز تفریط بودن محترز ۔۔۔ بر طریق اعتدال آہنگ باید کردنت

کنارہ گرد خطرہا بیکراں دارد ۔۔۔ میانہ رو، ز دو جانب نگہبان دارد

خیر الامور اوساطہا

قرآن کریم کی تلاوت کرو۔ قرآن حکیم سے نصاب اخلاق مرتب کرو تاکہ باہمی مفاہمت اور ایک دوسرے کے بزرگوں کی تعظیم

وتکریم اور وسیع النظری سے تنگ خیالی دور ہو جائے۔

(۸)

خلاصہ

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الآیہ)

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (حدیث)

نعت

در وجودش ہمہ انوار صفاتی پنہاں ... در شہودش ہمہ خلاق خدا جلوہ کناں

اے آنکہ شد از طفلیت آدم پیدا ... گشت از سبب تو حج اعظم پیدا
نور تو نگنجید چو در یک عالم ... ہر تو خدا کرد دو عالم پیدا

گشتیم جہاں را کہ بہ بینیم و ندیدیم ... مثل تو کسے را کہ بود میر قبائل

نمیدانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم ... بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو ... محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

اے عربی نسب و امی لقب ... بندہ تو ہم عجم و ہم عرب
تیغ عرب زن کہ فصاحت تراست ... صید عجم کن کہ ملاحت تراست

جہاں کی بزم میں جب بیکسے تو ام الکتاب آیا ... گئے ایام طفلی نوع انساں کا شباب آیا

و ان من امته الا خلا فیها نذیر، آخر — محمد ہی محمد ہیں نذیر انس و جاں باقی
ندائے دلنواز اشہد ان لا الہ سے — عیاں ہے دعوت پیغمبر آخر زماں باقی
زہے قسمت خوشا طالع کہ تکمیل دین حق — ترے حصے میں تھی اے خاتم پیغمبراں باقی
بتایا ربط جسم و جاں، بڑھایا ربط انس ... — رہیگا یہ ترا قرآں سہمائے انس و جاں باقی
... قیم ہے شہ ادیان دنیوں میں — تو ہے شاہان عالم میں شہ شاہنشہاں باقی
... نہ بن کو نہ موسیٰ کو نہ گوتم کو نہ عیسیٰ کو — میسر تھی یہ تعدیل تو اے جسم و جاں باقی
... دنیا میں گا افراط و گہ تفریط کا دورہ — فضائل میں تو ہے یکتا نہ کوئی مکاں باقی

گل توحید قرآں سے معطر ہے مشام جاں
رہیگی باغ احمد میں بہار بیخزاں باقی

قارئین کرام اگر اس تذکار مبارک میں ہمارا ساتھ دینگے تو وہ جن نتائج پر پہنچیں گے انہیں ہم مختصراً سطح ذیل کرتے ہیں۔

عالم جوانی

۵۸۵ تا ۶۱۰ء

صادق ہیں، امین ہیں، تاجر ہیں، بتعلق تجارت سفر شام ہے وہاں و تمدن یا یوں کہیے کہ دو سلطنتوں کی مٹ بھیڑ ہے۔ خونریزی ہے، سفاکی ہے، جدال و قتال ہے ایک طرف آتش پرستی تو دوسری طرف تعیب پرستی بسیجی ایرانیوں کو عیسائیوں کو زبردستی صلیب پرستی اور آتش پرستی پر مجبور کر رہی ہیں نہ کوئی آئین ہے نہ ضابطہ، قیصر و کسریٰ اپنی اپنی جگہ مطلق العنان ہیں رعایا مظلوم ہے بیکس ہے۔ آئے دن کے ٹیکسوں سے تنگ آ رہی ہے۔

دنیا میں اس وقت یہ دو سلطنتیں روئے زمین کی تہذیب اور شائستگی کا نمونہ تھیں۔ رومانی، یونانی، اور مصری لوگ مسیحی دین قبول کر چکے تھے اور دوسری طرف ایران ایشیا کی تہذیب کا قائم مقام تھا۔ مذہباً دونوں تمدنوں پر شرک کا تسلط تھا۔

حضورؐ والا کے تعلقات میں اس چالیس سالہ عمر کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ صادق تھے امین تھے۔ صداقت سے اعتبار بڑھا اور اعتبار سے مال ملا۔ مال سے فراغ خاطر حاصل ہوا۔ اور فراغ خاطر سے حضورؐ قلب حضور قلب سے نورِ نبوت جو اُن کی فطرت عالیہ میں ودیعت تھا چمک اُٹھا۔ اور ساری دنیا کو چمکا گیا۔ عمر مبارک چالیس سال تھی جو میانہ درجہ زندگی کا ہے نہ جوشِ جوانی اور نہ انحطاطِ پیری۔ جو بانیٔ امت و ملت کی شایانِ شان تھا۔

مکی زندگی

۱ سنہ نبوت سنہ ۶۱۰ء

مبعوث ہوئے مامور ہوئے۔ بارگاہ خداوندی سے فرمان نازل ہوا کہ "قل ھو اللّٰہ احد" کہ لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اس دعوت پر چند سابقین نے اسلام قبول کیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ تیرہ برس میں صرف تین سو آدمی مشرف باسلام ہوئے۔

ان تین سو نفوس میں ہر ایک تبلیغ حق کرتا اور یہی انکو ہدایت تھی کہ دو دو کو جوڑ باندھو۔ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرو۔ اس پر مزاحمتیں ہی کا وہاں تھا ایذائیں تھیں۔ تکلیفوں پر تکلیفیں اور مصیبتوں پر مصیبتیں۔ ذات والا اور

معتقدین پر نازل ہوتی ہیں اور فدائیان حق جان سے بھی مارے گئے۔
بس یہ ہجرت اول حبشہ کا حکم۔ پھر بیعت اول عقبہ اور بعد ازاں بیعت ثانی عقبہ اور آخر نبوت کے تیرہویں سال ہجرت مدینہ۔ ان تکالیف شاقہ اور مصائب و ہوش ربا کا جواب یہ تھا " وتواصوا بالصبر، صبر، تکلیب اور بس۔
غرضکہ مکی زندگی ہر صبر و تحمل کی ثبات و مستقلال کی عزم و ثبات کی مد اس میں اگر امید کی جھلک تھی تو وہ یہ کہ "کلمۃ اللہ ہی العلیا" خدا نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ اس کا رسول انجام کار غالب آئیگا۔

مدنی زندگی

سلہ ھ تا سلہ ھ

جماعت بڑھی۔ نماز جماعت پنجوقتہ میں عہد مواخات تازہ ہو، مصالحات ہے، مواخات ہے، معاملات ہیں، معاہدات ہیں، سیاست ہے، تدبر ہے، فراست ہے، عاقلانہ مدافعت ہے، مدافعانہ غزوات ہیں، صلح حدیبیہ سنہ ھ ہے، فتح مکہ سنہ ھ ہے۔ غالب آ کر مغلوب دشمنوں کے ساتھ عفوا و درگذر اور تالیف قلوب سنہ ھ، عیسائیوں اور دیگر اقوام عرب کے وفود اور ان سے باہمی معاشرت میں، فیاضانہ اور فیاضانہ سلوک۔
سنہ ھ حجۃ البلاغ ہے اور تکمیل دین کا اعلان جسے تمام عرب نے ہمہ تن گوش ہو کر اور ان کی وساطت سے تمام دنیا نے سنا۔
اللہ اکبر! جماعت کیسی عظیم الشان جس کا خدا ایک کتاب ایک رسول ایک اور قبلہ ایک۔ نصب العین سب کا توحید "لا الہ الا اللہ"

تمام امیدوں اور تمام آرزوں کا مرکز اعلاء کلمۃ الحق۔ پھر کون تھا جو اس
جماعت الہیہ کا مقابل ہو سکے " انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین " اور
یہ مرکزیت ان الی ربک المنتھی۔ خدائے لایزال پر منتہی ہوتی ہے۔ یہ
اخلاقی اور مذہبی مرکزیت اسلام ہی کا مقصد ہے
یہ قوم پر اخوت للناس ۔ وغیرہ ہم پر صفات الہیہ سے
متخلق ہو کر اور پھر دوسروں کو اپنے قالب میں ڈھال لیا ۔ دونو سلطنتوں
اور دونوں پر غالب آئی جمشید شدادی سے لیکر یزدجرد تک
جو ہزار ہا سال سے ایرانی سلطنت قائم تھی اور دوروما نی سلطنت جو
تیرہ سو سال سے برسر اقتدار تھی سات سال کے قلیل عرصہ میں امت
وسطی ۔۔ کے زیر نگیں ہوگئی ۔ دنیا کے تمام معلومہ اور متمدن ممالک پر سو سال
میں غالب آئی اور اپنے نمونے پر تہذیب و شائستگی سے دنیا کو
مالامال کر دیا۔
بحر الکاہل سے لیکر بحر اوقیانوس تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

کیا تاریخ ہمیں ایسے اولوالعزم، عالی ہمت و فیاض رئیس جمہور یہ
(پریزیڈنٹ) کا پتہ دے سکتی ہے جو حضرت فاروق اعظم کے ہم پلہ ہو دنیا
مذہبی، اخلاقی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے از سر نو
زندہ ہوئی ۔ دور مشرکانہ میں کوئی مذہب کسی مستقل عقیدہ پر قائم نہ تھا
گو مذہب کا تخم فطرت انسان میں موجود تھا مگر واقعی اور عملی طور پر اسکے
کوئی آثار نمایاں نہ تھے ۔
توحید تھی اور انبیاء نے اسے پھیلانا بھی چاہا مگر بمرور زمانہ اس کا نشان

نام ونشان نہ تھا اور یہی حال اخلاق فاضلہ کا تھا۔ سیاست، اقتصاد اور معاشرت سوسائٹی کی اخلاقی زندگی کا عکس ہے جب اخلاق حسنہ معدوم تو پھر ان زندگیوں کا بھی پتہ نہ تھا۔

حضور والا نے مذہب کی بنیاد توحید کی مضبوط چٹان پر رکھی اور اس اصل اعظم سے ایک طرف "مساوات وعدل" جسمانیات میں اور دوسری طرف "اخلاص وتقویٰ" روحانیات میں پیدا ہوئی جنہوں نے متمم مکارم اخلاق کے طفیل ایک قوت تنظیم کے ساتھ وہ نظام اخلاق مرتب کیا جو افراط وتفریط سے مبرا اور تمام حکما قدیم کے نظامات اخلاق کو جو افراط وتفریط سے خالی نہ تھے منسوخ کر گیا۔

ایک ہدایت نامہ ازلی ابدی نازل ہوا جو ابدالآباد تک رہنمائی کرتا رہیگا۔ اور جس کے متبعین میں وہ صلاحیت ہے جو کسی دوسری امت کے پیرووں میں نہیں۔

اس کتاب پاک میں رسول مقبول کو "عبد" اور "بشر" کا خطاب دیا گیا ہے اس میں جو حکمت ہے وہ یہ ہے کہ توحید خالص ہو دنیا پیغمبر پرست یا پیغمبروں کے مزار کی تعظیم نہ شروع کردے اور ساتھ ہی نمونہ فوق البشر نہ ہو جس سے نیک کاموں کی ترغیب تحریص نہیں ہو سکتی۔

انسان کو حضیض ذلت سے نکالکر مسند احسن تقویم پر بٹھایا، تربیت نفس اور حرمت نفس پیدا کی جس سے افراد ذمہ دار بنے اور اخلاقی بنیادیں استوار ہوئیں۔ افراد کی "اہلیت" سے اقوام میں "جمعیت" پیدا ہوئی

کل مادی دنیا میں جسم انسان اشرف ہے اور جسم انسان میں روح سب سے افضل ہے۔ ساری دنیا جسم انسان کے لیے ہے اور جسم روح کیلئے

انسان کی عظمت، انسان کی قابلیت اس کے حواس ظاہری اور باطنی اس کی قوت خیال، قوت فکر، قوت عقل، اس کی غیر محدود طاقت، اس کے اعمال و افعال، اس کا طرز استدلال، اور اس کی روحانی قوتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس ہدایت نامہ میں معجز نما طریق پر ارشاد فرمایا کہ کیا یہ سب کچھ اس لیے ہے اور کیا یہ انسان اور پھر ایسا باعظمت انسان عدم سے اس لیے وجود میں آیا ہے کہ باقی اشیاء کائنات کی طرح فنا ہو جائے اور مرے پیچھے نسیاً منسیاً ہو جائے۔ نہیں ہرگز نہیں وہ خدا کی طرف سے دنیا میں آیا ہے اور خدا کی طرف لوٹایا جائیگا۔ اس کی اخلاقی اور روحانی زندگی مرنے کے بعد بھی قائم رہیگی تا آنکہ وہ ترقی کرتا کرتا مقرب خدا اور لقاء ربی سے بہرہ یاب ہو جائے اور یہی تقرب مذہبی اور اخلاقی زندگی کا ضروری عنصر ہے۔ اس کی روح عالم برزخ میں طبقاً علیٰ طبق ترقی کرتی رہیگی۔

افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون۔

مختصر یہ کہ "اندروں" یعنی ضمیر کو صاف کیا اور "بیرون" یعنی ماحول کو خوشگوار بنایا پھر امت وسطیٰ کے اندروں او بیرون نے دنیا کو فضائل کی دولت سے مالامال کر دیا۔

قرآن کریم کا آغاز ہے "الحمد للہ رب العالمین"

سورہ اخیر کا آغاز ہے "قل اعوذ برب الناس"

تربیت عالمین ربوبیت عامہ سے شروع ہوئی اور تربیت "ناس" پہ ختم جو اینگھتہ تربیت خاصہ ہے۔

اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان جس کو خاص طور پر خاص رتبہ عطا کر کے اس کی تربیت خاصہ کی ہے ہمیشہ فرماں بردار اور شکر گزار رہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار — شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اس طریق تربیت سے یہ نکتہ حل ہو جاتا ہے کہ انسان کی تکمیل مقصود آخری ہے۔ دین کی تکمیل ہو گئی اور انسان "فادخلی فی عبادی" کا مصداق بن گیا۔

کیا میں غیر مسلم دنیا سے پوچھ سکتا ہوں کہ وہ ایسے رؤف ایسے رحیم اور ایسے محسن کے شکر گزار نہ ہوں گے۔ جنہوں نے انسان کو انسان بنایا اور بالآخر رتبہ نیابت اور خلافت پر ممتاز فرمایا۔

کیا ان کے شکر گزار دلوں سے باعتراف احسان یہ کلمہ نہ نکلے گا کہ "لا الہ الا اللہ" کے صداقت قائم کرنے والے "محمد رسول اللہ" ہیں اور انھوں نے وہی پیغام صداقت التیام پہنچایا جس پر وہ مامور ہوئے کہ "وہی ایک ذات وحدہ لاشریک لہ قابل پرستش ہے"

کیا تاریخ عالم کبھی ایسے انسان کا پتہ دے سکتی ہے جس نے یکہ و تنہا یتیمی بیکسی اور بے بسی کے عالم میں ایسے پر آشوب، ضلالت انگیز زمانے میں جبکہ انسانیت ہر ایک اعتبار سے فنا ہو چکی تھی اصلاح دنیا کا بیڑا اٹھایا اور پھر ہر ایک لحاظ سے کامیابی حاصل کی۔

ہمیں بتایا جائے کہ محمد عربی سے پہلے وہ کون انسان تھا جس نے "بیرونی طاقت" کی مشرکانہ عبادت چھڑائی اور "اندرونی طاقت" کی عاقلانہ پرستش سکھائی۔ بیرونی طاقتوں کا تعبد دنیا کو شرک کے تاریک

غار میں لے گیا، اور اندرونی طاقت کی اطاعت اس کو اس پر فضا میدان میں لے گئی جس کا نام توحید ہے۔

گم گشتگان بادیۂ ضلالت کو ضمیر سے کام لینا سکھایا۔ عارضی بندشیں حسب و نسب اور ملک وطن کی اُٹھا دیں، دل کی صفائی کو سب سے مقدم رکھا۔ اور اپنی مبارک زندگی میں اس نکتہ کا یوں حل کر دیا کہ گو مکہ وطن مالوف ہے۔ مگر یہاں قوت ضمیر کی اطاعت آزادانہ طور پر نہیں کی جاسکتی وہاں جانا چاہیئے جہاں یہ عارضی وطن آزادی ضمیر میں رکاوٹ نہ پیدا کر سکے۔ چنانچہ واقعہ ہجرت میں دنیا کے لیے یہی بصیرت موجود ہے کہ اصل وطن دل ہے اور یہ کہ ظاہری وطن کی کورانہ محبت میں دل جیسی بے بہا نعمت کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ اسلامی قومیت کا مرکز مواحدانہ قلوب ہیں خواہ عربی ہوں خواہ عجمی۔

آؤ ساتویں صدی ہجری کی ابتدا میں دنیا کے ماحول کا جائزہ لیں واقعات کو سامنے رکھکر بصیرت کی عینک لگائیں اور بنظر انصاف دیکھیں کہ وہ کون انسان تھا جس نے مشرق میں مسلم دنیا کا کیا ذکر غیر مسلم دنیا میں کئی شنکرا اچارج، کئی رامانج، کئی رامانند، کئی بھگت کبیر اور کئی جینین اور کئی گرونانک پیدا کیئے اور اُدھر مغربی دنیا میں احیاء علوم کی سرگروہ اٹلی میں اراسمس، کالون وکلف اور لوتھر وغیرہ پیدا کئے۔ دنیا کو صراط مستقیم اور جادہ اعتدال دکھایا۔

ہمیں بتایا جائے وہ کون انسان تھا جو باعتبار سیاست شہنشاہ اور باعتبار اخلاق متمم مکارم اخلاق اور بلحاظ معاشرت اسوہ حسنہ تھا جس نے ساری دنیا کے مقابلہ میں علم صداقت اور حقانیت بلند کیا اور

اور پھر عزم و ثبات، استقلال و استقامت سے فرائض رسالت بجا لاتے ہوئے عالمگیر انسانیت کی طرح ڈالی، وہ کون ہیں جنہوں نے توحید کے ماتحت جہانتک جہانیوں کا تعلق ہے مساوات عامہ اور جہانتک ایمانیوں کا تعلق ہے اخوت تامہ پیدا کی۔ وہ کون ہیں جنہوں نے انسان کو انسان بنایا اور حسن تقویم کی مسند پر بٹھلایا۔ وہ کون ہیں جنہوں نے انسان کو انسان سے، قوم کو قوم سے، قوموں کو قوموں سے اور مختلف ممالک کے باشندوں کو حبشی ہوں یا شامی باہم شیر و شکر بنا دیا اور انسانیت کی سطح متحدہ پر لا کر تمام امتیازات ملکی، قومی، حسبی نسبی اور تمام قیود عارضی۔ مثلاً دولت افلاس اور پیشہ وغیرہ اُٹھا دیئے۔ اکرمیت "اتقا،، کے حصہ میں آئی۔
"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم،،

کیا ایسا عبد کامل عزت و احترام کا مستحق نہیں۔

اگر انصاف پسندی اور منصف مزاجی صفحہ دنیا سے معدوم نہیں ہوئی اگر احساس شکر گزاری دلوں میں موجود ہے تو اس کا جواب سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مستحق ہے ضرور مستحق اور یقیناً مستحق ہے۔

اور یہ اعتراف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم اُن کی رسالت پر ایمان لائیں اور شکر گزار مسلم بنکر "محمد رسول اللہ،، زبان سے کہیں دل سے تصدیق کریں۔

پھر کیا ہے دنیا امن و امان صلح و آشتی سے معمور ہو جائے اور عالمگیر انسانیت کی متحدہ اور متفقہ دلوں سے یہ دلنواز صدا آئے۔

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ،،

"صلوا علیہ و سلموا تسلیما،،

آخر یہ ہیر عظم رحمۃ للعالمین رب العالمین کو تخت ربوبیت ور الہ العالمین کو تخت الوہیت اور انسان کو مسند خلافت پر بٹھا کر ۱۱ نبوت ۱۱ ھ یا ۶۳۲ء میں رفیق اعلیٰ سے مل گئے صلے اللہ علیہ وسلم۔

تحفہ

مرواریدِ ثلاثہ

یہ تینوں کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہییں

(مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری)

برہان نیرہ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اسی ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقاید اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲/

ام الالسنہ یہ کتاب بالکل جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۱۲/

اسوۂ حسنہ اس میں آنحضرت صلعم کو بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات پاک ہی ہے۔ قیمت ۸/

محصولڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

منیجر نظام المشائخ دہلی

رسول نما

مشہور ماہوار رسالہ نظام المشائخ ہر سال ربیع الاول میں اپنا ایک خاص نمبر رسول نما کے نام سے شائع کیا کرتا ہے جو خاص طور پر بڑے شوق کے ساتھ لوگوں میں پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ اس میں تمام مضامین زبردست علما کے ہوتے ہیں ایسے زبردست علما جنہیں علمیت کے علاوہ یہ بھی شرف حاصل ہے کہ خشک سے خشک مباحث کو دلچسپ اور موثر بنا دیں۔ یعنی رسول نما کے مضمون نگار عالم بھی ہیں اور ادیب و انشا پرداز بھی۔ نظمیں بھی اسی طرح ممتاز اور سوز و درد رکھنے والے شعرا سے لکھوائی جاتی ہیں۔

اس وقت میرے پاس تھوڑی تھوڑی سی جلدیں رسول نما بابتہ سنہ ۱۳۳۴ھ سنہ ۱۳۳۵ھ سنہ ۱۳۳۶ھ سنہ ۱۳۳۷ھ سنہ ۱۳۳۸ھ کی موجود ہیں ہر سنہ کے رسول نما کی قیمت ۱۰/ علاوہ محصول ڈاک ہوجاتی ہے۔ اگر کوئی صاحب پانچوں سنوں کے رسول نما یکدم طلب فرمائیں گے تو انہیں سب کا مجموعہ ۲/۸ میں ملیگا یعنی ۱۰/ کم میں اور محصول بھی چھوڑ دیا جائیگا۔ محصول ان پانچوں پر قریبا ۸/ لگتا ہے۔ گویا اب پانچوں رسول نما منگانے میں ۱۸/ کا فائدہ ہے۔ ذیل میں ہر سنہ کے رسول نما کی فہرست مضامین درج کرتا ہوں۔

سنہ ۱۳۳۴ھ (۱) استغاثہ بحضور رسول خدا۔ از پروفیسر برکت علی۔ بی ایس سی۔ (۲) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ از مولینا نور الدین تاجر چرم گوجرانوالہ (۳) رسول اعظم۔ از مولینا آزاد سبحانی پروفیسر مدرسہ الہیات کانپور (۴) اخلاق محمدی۔ از مولوی محمد شفیع الدین خاں مرادآبادی (۵) غزوات رسول از مولوی سعید احمد مارہروی (۶) رسول خدا نما۔ از خان بہادر مرزا سلطان احمد۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (۷) حسن آفتاب رسالت۔ از مولینا فضل حسین صدیقی اسسٹنٹ اڈیٹر البشیر (۸) حبیب اور کلیم از مولوی حافظ محمد سعید واعظ دہلوی (۹) خلافت رسول کا حقدار از سیدی حضرت خواجہ حسن نظامی (۱۰) رسول [illegible] مقبول از منشی ضیاء الدین احمد برنی بی۔ اے (۱۱) نبی عربی کی یاد میں از [illegible] حسین [illegible] سیالکوٹ (۱۲) رباعیات امجد از مولینا امجد حسین امجد حیدرآبادی (۱۳) صلی اللہ علیہ وسلم از مولینا فضل حق آزاد [illegible] پوری (۱۴) مسدس نعتیہ از مولینا حسن مرتضے متخلص عماد دہلوی (۱۵) غزل از مولوی محمد [illegible] حسین (۱۶) مبارکباد بدرگاہ رب العلیٰ از کپتان احمد خاں [illegible] (۱۷) مدائح آنحضرت از مولینا مولوی عظیمہ [illegible] طباطبائی لکھنوی (۱۸) صاحب لولاک لما۔ از ہز ایکسلنسی سر مہاراجہ کشن پرشاد حیدرآباد دکن (۱۹) ایک حاجی مدینے کی بستی میں از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی (۲۰) یثرب یا ربا از مولینا حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی (۲۱) ہفت بند نسیم الشعرا [illegible] محمد سعید [illegible] (۲۲) [illegible] از مولینا [illegible] قاضی جلالی۔ مولوی محمد اسحق

سنہ ۱۳۳۵ (۱) فلسفہ انبیاء و ابقاء از جناب مولوی محمد الدین صاحب خلیقی (۲) رسول اللہ کے مختصر حالات از جناب مولوی شفیع الدین خان صاحب ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (۳) بچوں کا پیغمبر از سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب (۴) حضور کا درجہ صف انبیاء میں از جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب نقشی نکودری (۵) ہادی اعظم از جناب مولانا حکیم نواب علی صاحب برق پرنسپل مدرسہ الہیات کانپور (۶) دنیا کا سب سے بڑا فلاسفر از خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ (۷) رسول اللہ کا احتساب کبری از جناب مولوی محمد دین صاحب خلیقی (۸) حضور کا برتاؤ غیر مسلم اقوام سے از جناب مولانا حکیم میرزا محمد نذیر صاحب عرشی مولوی فاضل (۹) درود و سلام سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب (۱۰) آمازومی از جناب مولانا حکیم غلام غوث صاحب بہاولپوری (۱۱) شفاعت از جناب مولوی سید غلام مصطفیٰ صاحب ذہین حیدرآبادی (۱۲) مدینۃ الرسول از جناب حافظ محمد یعقوب صاحب اوج گیاوی (۱۳) قصیدہ از جناب ... صدیقی بسوانی (۱۴) اپنے پیا کی میں جوگن بنی از جناب مولوی ابوالاعظم سید محمد حسین امجد حیدرآبادی (۱۵) لمعہ دہ کر تو کچھ ہو از جناب مولوی ابوالفیض عاشق حسین صاحب سیماب اکبرآبادی (۱۶) نعت از جناب مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی (۱۷) صدقے میں پیمبر کے از جناب مسٹر باسط علی صاحب باسط بسوانی (۱۸) روحی فداک لے نازنین از جناب مولوی ابوالاعظم سید احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی (۱۹) شمع حرا از جناب مولوی حسن مرتضیٰ صاحب مشفق عمادپوری۔

سنہ ۱۳۳۶ (۱) حمد و نعت از جناب مولانا ابوالاعظم سید احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی (۲) مجالس مولود از جناب مولوی فاضل حکیم میرزا محمد نذیر صاحب عرشی (۳) حب رسول از جناب مولانا محمد ظہور الدین صاحب ثاقب یانی (۴) آفتاب حقائق نما از جناب مولانا حکیم سید نواب علی صاحب برق سابق پرنسپل مدرسہ الہیات کانپور (۵) رسول شاہد از جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (۶) اکمال و تکمیل از جناب مولانا عارف ہسوی (۷) غلام خاک نو عالم پناہ از سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن صاحب (۸) ترحم یا رسول اللہ از جناب مولانا عارف ہسوی (۹) نعت از جناب مفتی محمد نذیر حسین خان صاحب اکسیر (۱۰) اپنے جگر کے دل میں از جناب حکیم محمد افتخار علی صاحب جگر بسوانی (۱۱) مدینۃ الرسول از لسان الہند جناب مولانا مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی (۱۲) مدینے میں گر دیں گی الخ از جناب مسٹر باسط علی صاحب باسط بسوانی (۱۳) مجلس نعت از جناب سید حسین صاحب سیفی حیدرآبادی

سنہ ۱۳۳۷ (۱) مناجات از جناب سید غلام مصطفیٰ صاحب ذہین حیدرآبادی (۲) حقیقت محمدیہ از جناب مولوی نواب علی صاحب برق پرنسپل مدرسہ الہیات (۳) خصوصیات رسول عربی از جناب حاجی عبداللہ صاحب کاکاخیل دیسی (۴) فضائل رسول از جناب شایق حیدرآبادی (۵) معیار رسالت از خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب (۶) سرور کونین از جناب مولانا مرزا ظہور الدین صاحب مراقب (۷) رحمت الرحمن از جناب مولوی الف دین صاحب وکیل کیمبل پور (۸) فدائیان رسول از جناب مولانا عارف ہسوی (۹) یثرب نگری میں از یک مسلمان خاتون علیگڑھی (۱۰) میرے ہتیا تیرے قدموں میں از سیدی مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب (۱۱) وہ نور ذات مطلق الخ از جناب کپتان احمد خان صاحب ... (۱۲) لے زرخت شمس و قمر ... از جناب ... حیدرآبادی (۱۳) ثنائے مصطفیٰ از جناب سید غلام مصطفیٰ صاحب ذہین حیدرآبادی (۱۴) ... کوسے محمد الخ از جناب محمد ابوالحسن صاحب حسن (۱۵) علم کا ... تعلم از جناب مولانا عزیز مخدومی مرت ... (۱۶) ہزاری فراق از جناب